رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۱۰ — رسالہ — جلد ۶

تشحیذ الاذہان

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

فہرست مضامین

مینیجر رسالہ نے اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپوا کر قادیان سے شایع کیا

قیمت سالانہ

"قومی ترانہ"

سارے جہاں سے اچھا۔ دارالاماں ہمارا
دارالاماں ہمارا۔ جنت نشاں ہمارا

جس جا پہ اپنا عیسیٰ اُترا ہے آسمان سے
اے سننے والے سن لے ہے وہ مکاں ہمارا

مسجودِ قدسیاں ہے یہ سرزمین واللہ
ہر لب پہ ذکر جاری۔ ہے ہر زماں ہمارا

گلہائے معرفت پر ہم بلبلیں ہیں گویا
اب بن چکا نشیمن یہ بوستاں ہمارا

یا رب یہ آرزو ہے۔ پوری ضرور کرنا
مسکن ہو یاں ہمارا۔ مدفن ہو یاں ہمارا

کیا خوف ہے خزاں کا اس بوستانِ دیں کو
مرزا غلام احمدؑ ہے۔ باغباں ہمارا

جو کام کر دکھایا مہدی! ترے قلم نے
وہ کام کر نہ سکتے سیف و سناں ہمارا

حد سے بڑھیں نہایت ایذائیں دشمنوں کی
طاعون حق نے بھیجا پھر پاسباں ہمارا

تم اے زمینی لوگو! نقصان کیا کروگے
ہے روزِ اولیں سے جب آسماں ہمارا

وہ دن بھی آ رہا ہے جب ہوگا ایک عالم
ان گالیوں کے بدلے پھر خطبہ خواں ہمارا

برباد ہو رہے ہیں پر مانتے نہیں ہیں
کب سمجھیگا الٰہی ہندوستاں ہمارا

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

بھر بھر کے جام عرفاں۔ ہمکو پلائے ہر آں
یہ نورِ دین یارب یہ دستاں ہمارا

سب خوبیوں میں کامل۔ پاکانِ حق میں شامل
محمود ابن مہدی۔ یہ نوجواں ہمارا

دنیا و آخرت کی۔ کھیتی ہمیں ملے گی
صاحبقراں ہوگا۔ قرآں خواں ہمارا

دکھ درد کی حکایت۔ دل کھول کر سنائیں
بنجائے کوئی اگر گر رازداں ہمارا

دیس اپنے چھوڑ آئے۔ ڈیرے یہیں جمائے
ہم قادیاں کے "اکمل" اور قادیاں ہمارا

رسیدات زر

نمبر ۳۰۵ جناب نبی بخش صاحب	ع/ ار	نمبر ۴۶۱ جناب عنایت اللہ صاحب	عہ/ ار
نمبر ۴۱۰ جناب شیخ مولا بخش صاحب	ع/ ار	نمبر ۴۲۱ جناب حاجی رحیم بخش ״	عہ/ ار
نمبر ۱۴۳ جناب منشی گلاب الدین ״	۱۲/ ار	نمبر ۳۷۷ جناب بابو عمر الدین ״	[illegible]
نمبر ۴۸۵ جناب منشی محبوب الرحمٰن ״	ع/ ار	نمبر ۳۶ جناب منشی امام علیخان ״	للعہ/ ار
نمبر ۱۷۳ جناب عبدالرحمٰن ״	ع/ ار	نمبر ۳۷۱ جناب منشی غلام حمید ״	ع/ ار
نمبر ۱۵۷ جناب رحمت اللہ ״	ع/ ار	نمبر ۲۶۲ جناب مراد بخش ״	ع/ ار
نمبر ۱۶۳ جناب شیخ غلام نبی سیٹھی ״	ع/ ار	نمبر ۳۱۵ جناب چوہدری مولا بخش ״	ع/ ار
نمبر ۲۵۷ جناب محمد حسین صاحب ״	ع/ ار	نمبر ۳۳۲ جناب شیخ رحمت اللہ ״	ع/ ار
نمبر ۳۰۷ جناب سیکرٹری انجمن احمدیہ مردان ״	ع/ ار	نمبر ۹۰ جناب میر حامد شاہ ״	ع/ ار
نمبر ۸۲۵ جناب منشی شاہ محمد صاحب	ع/ ار	نمبر ۲۹۸ جناب حکیم محمد اکرم ״	ع/ ار
نمبر ۹۲ جناب بابو منظور الٰہی ״	ع/ ار	نمبر ۳۸۷ جناب عبدالعزیز ״	ع/ ار
نمبر ۱۷۰ جناب مولوی عزیز بخش ״	ع/ ار	نمبر ۱۳۰ جناب اللہ دتہ ״	ع/ ار
نمبر ۳۴۳ جناب ڈاکٹر محمد الدین ״	ع/ ار	نمبر ۱۱۴ جناب چراغ دین ״	ع/ ار
نمبر ۱۱۷ جناب بابو عبدالرحمٰن ״	ع/ ار	نمبر ۳۴۷ جناب منشی طفیل احمد ״	ع/ ار
نمبر ۱۲۸ جناب ڈاکٹر رحیم بخش ״	ع/ ار	نمبر ۴۸۴ جناب حاجی امیر الدین ״	ع/ ار
نمبر ۱۸۱ جناب شیخ نور احمد پلیڈر ״	ع/ ار	نمبر ۲۲۲ جناب سید ناصر شاہ ״	ع/ ار
نمبر ۲۷۴ جناب نعمت خان ״	ع/ ار	نمبر ۱۱۹ جناب حافظ محمد اسحاق ״	ع/ ار
نمبر ۳۱۹ جناب غلام حسین ״	ع/ ار	نمبر ۲۵۳ جناب میاں خدا بخش ״	ع/ ار
نمبر ۳۴۱ جناب مرزا عنایت اللہ ״	ع/ ار	نمبر ۴۸۲ جناب بابو فیض الرحمٰن ״	ع/ ار
نمبر ۱۱۷ جناب نیاز محمد ״	ع/	نمبر ۱۴۳ جناب حکیم محمد قاسم ״	ع/ ار

۲۴۲ جناب مولوی بدرالدین صاحب		عا ار	۶۲۹ جناب ڈاکٹر کرم الہی صاحب		عا ار
۸۳ جناب عبدالمجید	،،	عا ار	۴۸ جناب احمدالدین	،،	عا ار
۱۸۲ جناب ڈاکٹر عباداللہ	،،	عا ار	۵۸۱ جناب محمدالدین	،،	عا ار
۳۲ جناب سید محمد علیشاہ	،،	عا ار	۳۰۲ جناب فضل دین	،،	عا ار
۱۰۱ جناب مولوی فضل	،،	عا ار	۳۴۵ جناب چوہدری سرفراز خان	،،	عا ار
۲۴ جناب محمود خان صاحب		عا ار	۲۷۰ جناب بدرالدین	،،	عا ار
۳۲۵ جناب خلیفہ رشید الدین	،،	عا ار	۴۳۰ جناب ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ	،،	عا ار
۸۰ جناب فیروز علیشاہ	،،	عا ار	۳۶۲ جناب منشی محمد نواب خان	،،	عا ار
۱۶۲ جناب محمد یوسف	،،	عا ار	۶۴۲ جناب بابو محمد رشید	،،	عا ار
۱۳۷ جناب چوہدری عبدالحی	،،	عا ار	۲۱۵ جناب ماسٹر غلام محمد	،،	عا ار
۵۵۵ جناب ہدایت اللہ	،،	عا	۶۳ جناب محمد وزیر خان	،،	عا ار
۱۹۷ رحیم بخش ڈسپنسری اسسٹنٹ	،،	عا	۶۲۸ جناب کرم علی	،،	عا ار
۳۲۶ جناب محمد حسین	،،	عہ	۳۹۰ جناب محمد اکبر	،،	عا ار
۳۷۶ جناب عبدالکریم	،،	عہ ار	۶۷۲ جناب چوہدری نصر اللہ خان	،،	عا ار
۵۷۶ جناب نذیر احمد	،،	عہ ار	۳۸۲ جناب عمرالدین	،،	عا ار
۵۱۹ جناب حکیم محمد صالح	،،	عا ار	۲۸۱ جناب مولوی عبدالغنی	،،	عا ار
۱۱۲ جناب غلام رسول	،،	عا ار	۴۰۸ جناب مولوی محمد علی	،،	عا ار
۶۴۰ جناب عبدالخالق	،،	عا لعہ	۵۶۲ جناب اکبر علی	،،	عا ار
۱۹۵ جناب حافظ نور احمد	،،	عا ار	۳۷۵ جناب ماسٹر عبدالرحمن	،،	عا ار
۴۹۶ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ	،،	عا ار	۷۰ جناب ولی محمد بیگ	،،	عا ار
۴۸۷ جناب مبارک علی	،،	عا ار	۵۰ جناب سید آدم علی	،،	عا ار

۴۲۷ جناب امر اللہ خان صاحب	ار عا	۶۶۱ جناب محمد الدین صاحب	ار عا
۳۸۹ جناب چوہدری غلام حسن "	ار للعہ	۶۵۷ جناب محمد اسماعیل "	ار عا
۵۸۷ جناب علی شیر "	ار عہ	۶۴۵ جناب شیخ عبد الرحیم "	ار عا
		۴۴۴ جناب فتح خان "	ار عا
۵۱۵ جناب فتح محمد طالب علم "	ار عہ	۲۹۷ جناب سیٹھ موسیٰ "	ار عا
۵۳۷ جناب مولوی تصدق حسین "	ار عا	۵۷۵ جناب سید محمد "	ار عا
۸۵۹ جناب حافظ فضل احمد "	ار عا	۴۷۸ جناب چوہدری حیات محمد "	ار عا
۸۸۷ جناب سید محمد شاہ "	ار عا	۸۱۷ جناب غلام محی الدین "	ار عا
۳۲۷ جناب سید سرور علی شاہ "	ار عا	۸۹۴ جناب تاج الدین "	ار عا
۶۲۵ جناب حکیم جلیل احمد "	ار عا	۱۱۸ جناب محمد یوسف "	ار عا
۵۱۶ جناب بابو برکت علی "	ار عا	۵۶۶ جناب سید ولایت شاہ "	ار عا
	ار عا	۸۹۴ جناب سلطان ابراہیم "	ار عا
۴۱۱ جناب نظام الدین "	ار عا	۶۴۲ جناب چوہدری نظام الدین "	ار عا
۶۹۳ جناب شیخ محمد حسین "	ار عا	۷۰۳ جناب کریم بخش "	ار عا
۴۷۳ جناب چوہدری اللہ رکھا "	ار عا	۲۱۳ جناب محمد یوسف صاحب	ار عا
۳۹۳ جناب محمد خان "	ار عا	۸۴۷ جناب مولوی میر محمد سعید "	ار عا
۷۰۵ جناب تاج الدین "	ار عا	۲۷۶ جناب قاضی عطاء الٰہی "	ار عا
۶۱۷ جناب شیخ ظفر حسین "	ار عا	۹۰۰ جناب بابو عطا محمد "	ار عا
۶۷۸ جناب محمد ابراہیم "	ار عا	۲۸۵ جناب شیخ محمد بخش "	ار عا
۴۳۷ جناب عبد الکریم "	ار عا	۲۸۶ جناب محمد شفیع "	ار عا
۲۱۴ جناب چوہدری غلام محمد "	ار عا	۵۰۹ جناب چوہدری غلام محمد "	ار عا

۴۷۱ جناب نواب خان صاحب		عا ار	۸۹۳ جناب نصرالدین صاحب		عا ار
۶۵۲ جناب محمد بخش	″	عا ار	۷۹۲ جناب شیخ محمد حسین صاحب منج	″	عا ار
۴۳۹ جناب بابو عطا محمد	″	عا ار	۳۲۸ جناب میرزا امیر اکبر	″	عا ار
۴۴۴ جناب محمد سلیمان	″	عا ار	۴۲۷ جناب چوہدری محمد خاں	″	عا ار
۹۰۸ جناب میر احمد شاہ	″	عا ار	۶۶۴ جناب میاں دین محمد	″	عا ار
۳۱۴ جناب خواجہ کمال الدین	″	عا ار	۷۷۵ جناب ظہور الحسن	″	عا ار
۱۳۵ جناب سیٹھ اسماعیل آدم	″	عہ ر	۶۴۳ جناب قاضی ظہور اللہ	″	عا ار
۶۳۶ جناب عبدالعزیز	″	عہ ر	۹۳۵ جناب حکیم خادم علی	″	عا ار
۷۲۲ جناب احمدالدین	″	عہ ار	۸۶۹ جناب منشی محمد حسین خان	″	عا ار
۸۶۸ محمد شفیع و فضل الہی	″	عہ ار	۶۶۴ جناب سلطان محمد	″	عا ار
۱۶۷ جناب عبدالعزیز	″	۹ھ ر	۵۰۴ جناب منشی دولتخاں	″	عا ار
۹۴۸ جناب عبدالرحمن	″	۹ھ ر	۳۵۴ جناب منشی رحیم الدین	″	عا ار
۳۹۴ جناب پیراندتہ	″	۹ھ ر	۹۶۷ جناب شیر بہادر خاں	″	عا ار
۸۰۴ جناب چراغدین	″	۹ھ ر	۸۳۵ جناب خواجہ احمد حسن	″	۹ھ ر
۴۰۱ جناب سخاوت علی	″	۹ھ ر	۵۹۵ جناب محمد عبدالعزیز	″	عہ ار
۱۵ جناب منشی حبیب الرحمن	″	للعہ ار	۸۶۳ جناب فتح محمد	″	عہ ار
۵۶۲ جناب بابو مشتاق حسین	″	للعہ ار	۳۱۲ جناب کریم بخش	″	للعہ ار
۹۱۰ جناب خدابخش صاحب		عا ار	۲۴۲ جناب مرزا محمد جمیل بیگ	″	عا ار
۴۲۸ جناب سردار امام بخش	″	للعہ ار	۵۷۳ جناب منشی عنایت علیخان	″	عا ار
۱۶۲ جناب پھول محمد	″	۲ ر	۶۳۲ جناب میاں قدرت اللہ خاں	″	عا ار
۱۶۹ جناب حکیم محمد انوار حسین	″	عا ار	۶۷۸ جناب منصب علیشاہ خاں	″	عا ار

۹۴۰ جناب عزیز الرحمن صاحب	ار	۱۰۱۱ جناب بابو سراج الدین صاحب	عا ار
۵۲۴۲ جناب مولوی ابو الحمید ”	عا ار	۸۳۲ جناب عبد الولی ”	عا ار
۱۰۲۱ جناب مولوی نور احمد ”	عا ار	۹۷۶ جناب شیخ فضل کریم ”	عا ار
۸۷۰ جناب عبد اللہ خان ”	عا ار	۸۲۶ جناب محمد اکبر صاحب	عا ار
۱۲۴ جناب مولوی احمد حسن ”	عہ ار	۷۸۹ مولوی محمد قمر الدین ”	عہ ار
۵۴۰ جناب محمد دین ”	ہے ار	۵۲۹ چوہدری حاکم علی ”	للعہ ار
۸۰۳ جناب رحیم بخش	ہے ار		

بابت ماہ مارچ ۱۱ء

۶۸۶ جناب بابو حیدر علی صاحب	عا ار	۷۲۳ جناب کرم الٰہی صاحب	عا ار
۷۹۹ جناب چوہدری برکت علی ”	عا ار	۵۰ جناب سید سعید الدین ”	عا ار
۹۶۹ جناب منشی عبد الحفیظ ”	عا ار	۹۴۳ جناب ظہور الدین ”	عہ ار
۵۹ جناب فتح محمد ”	عا ار	۲۷ جناب مخدوم محمد صدیق ”	عا ار
۹۱۱ جناب راجہ بشیر محمد ”	عا ار	۱۱۴۶ جناب صوبیدار میجر غلام محمد ”	عا ار
۹۶۳ جناب محمد افضل خان ”	عہ ار	۱۰۱۹ جناب میاں عیسیٰ خان ”	عا ار
۸۶۷ جناب آغا محمد ”	عا ار	۹۶۳ جناب بابو مظفر حسین ”	عا ار
۶۸۴ جناب اختر علی ”	عا ار	۹۲۰ جناب میاں عبد الغنی ”	عا ار
۲۴۰ جناب عبد الرزاق ”	عا ار	۷۹۵ جناب مہر الدین ”	عا ار
۹۹۴ بابو فضل الٰہی ”	عا ار	۶۸۹ جناب منشی غلام محمد ”	عا ار
۳۴۷ جناب بابو فخر الدین ”	عا ار	۱۱۴۰ جناب محمد ابو الحسن ”	عا ار
۵۷ جناب مولوی محمد علی ”	عا ار	۷۵۱ جناب نصر اللہ خاں ”	عا ار

۹۰۴ جناب سلطان محمد صاحب	عا/ ا/	۱۰۷۴ جناب ماسٹر نعمت اللہ خاں گوہر صاحب	عا/ ا/
۹۳۹ جناب ماسٹر نظم الدین "	عا/ ا/	۱۱۴۷ جناب بابو عبد الرحمن "	ہے/ ا/
۹۳۳ جناب حاجی نذر محمد و مولوی منور علی "	عا/ ا/	۲۰۶ جناب شیخ نور الدین "	عکر
۷۹۹ جناب نبی بخش "	عا/ ا/	۹۱۱ جناب ڈاکٹر محمد حسین "	عـہ/
۱۱۴۹ جناب چوہدری احمد "	عا/ ا/	۱۱۳۲ جناب چوہدری غلام قادر "	ـعـہ
۱۰۱۴ جناب سید عادل شاہ "	عا/ ا/	۱۱۱۵ جناب بابو عزیز الدین "	صر/
۷۴۹ جناب چوہدری ننھے خاں "	عا/ ا/	۷۸۷ جناب عبد العزیز "	لعہ/ ا/
۷۴۷ جناب عبد الواحد "	عار	۱۱۷۸ جناب چوہدری نواب خان "	ہے/ ا/
۱۰۰۸ جناب بابو غلام حیدر "	عا/ ا/	۷۵۶ جناب بابو غلام حسین "	عا/ ا/
۹۹۹ جناب چوہدری کریم بخش "	عا/ ا/	۱۱۷۹ محمد علیم الدین "	ہے/ ا/
۱۰۴۱ جناب سید حیات علی "	عا/ ا/	۹۵۶ جناب مستری عبد الرحمن "	عا/ ا/
۱۰۰۳ جناب محمد عبد اللہ خان "	عا/ ا/	۹۹۰ جناب منشی محمد ابراہیم "	عا/ ا/
۹۶۳ جناب پیر حاجی احمد "	عا/ ا/	۸۵۲ جناب عبد الحکیم "	عا/ ا/
۳۲۷ جناب عبد اللہ "	لعہ/ ا/	۱۰۸۱ جناب مولوی اللہ دتہ "	عا/ ا/
۱۱۲۴ جناب شیخ محمد اصغر "	ہے/ ا/	۱۰۵۴ جناب قاضی محمد عالم "	عا/ ا/
۱۲۱۹ جناب محمد سعد اللہ "	عـہ/ ا/	۱۰۴۳ جناب منشی محمد الدین "	عا/ ا/
۱۰۰۰ جناب محمد یحییٰ و محمد یعقوب "	عا/ ا/	۱۲۱ جناب نور الدین "	عا/ ا/
۸۳۰ جناب میاں عبد اللہ "	عہ/	۵۹۰ جناب ماسٹر عبد العزیز "	عا/ ا/
۱۰۵۸ جناب محمد الدین "	عا/ ا/	۸۷۳ جناب غلام احمد "	عا/ ا/
۱۳۲ جناب سید تفضل حسین	عا/ ا/	۵۶۱ جناب مستری علم الدین "	عا/ ا/
۱۲۵ جناب مولوی نور محمد	عا/ ا/	۸۸۲ جناب مولوی محمد یعقوب "	عا/ ا/

(ولایت ۶ مارچ ۱۹۱۱)

۸۸۱ جناب حکیم محکم دین صاحب		عا ار
۱۶ جناب ڈاکٹر مہر محمد اسماعیل	"	عا ار
۵۱۸ شیخ مولا بخش	"	عا ار
۲۳ جناب سید روشن علی	"	عا ار
۹۸۰ جناب چوہدری گوہر علی	"	عا ار
۱۱۳۴ جناب بابو عبدالعزیز	"	عا ار
۹۳۳ جناب منشی محمد دین	"	عا ار
۲۶۴ جناب ملک عبداللہ	"	عا ار
جناب سید عابد حسین تحصیلدار	"	عار
۹۵۴ جناب مولوی عبدالقادر	"	عا ار
۸۲۱ جناب محمد عبداللہ	"	[illegible] ار
۶۵۰ جناب منشی امیر الدین	"	عا ار
۳۳۸ جناب مرزا سلطان احمد	"	للعہ ار
۹۴۴ جناب بابو علی گوہر	"	عا ار
۹۴۷ جناب منشی فرزند علی	"	عا ار
۱۶۶ جناب منشی عبدالغنی خان	"	عا ار
۱۰۸۸ جناب بابو برکت علی صاحب	"	صر
۹۶۷ جناب رحمت خان	"	عا ار
۹۹۷ جناب نیاز محمد	"	عا ار
۱۰۱۱ جناب چوہدری غلام احمد	"	عا ار
۱۱۵۷ جناب میاں لطیف الرحمٰن	"	عا ار

۹۵۷ جناب الٰہی بخش صاحب		عا ار
۹۲۹ جناب شیخ مظفر الدین	"	عا ار
۹۰۷ جناب منشی حسن علی	"	عا ار
۵۲۲ جناب غلام محمد	"	عا ار
۱۰۰۲ جناب خواجہ جمال الدین	"	عا ار
۶۲۸ جناب محمد اسماعیل	"	عا ار
۱۰۹۶ جناب میاں محمد	"	صر
۱۰۷ جناب مصری خان	"	للعہ ار
۹۷۴ جناب عبدالستار	"	عا ار
۹۲۴ جناب منشی عبدالرحیم	"	عا ار
۹۱۲ جناب مرزا رسول بیگ	"	عا ار
۳۰۲ جناب ملک عباس خان	"	عا ار
۶۵۲ جناب عبدالرحمٰن خان	"	عار
۹۱۵ جناب چوہدری ولیداد	"	عا ار
۶۱۸ جناب چوہدری حکم دین	"	عا ار
۵۶۹ جناب محمد صغیر	"	عا ار
۹۵۲ جناب شمس الدین	"	عا ار
۶۸۵ جناب رحمت اللہ	"	عا ار
۹۴۰ جناب رحیم بخش	"	عا ار
۱۱۰۶ جناب شیخ خدا بخش	"	صر
۱۴۰ جناب عبداللہ خان	"	صر

نمبر ۱۱۵۷ میاں لطیف الرحمٰن صاحب — عا ار
نمبر ۵۸۳ جناب قاضی نذیر حسین " — عا ار
نمبر ۱۱۴۲ جناب منشی محمد دین " — عا ار
نمبر ۹۶۲ جناب عبد اللہ " — عا ار
نمبر ۹۹۱ جناب ابراہیم " — عا ار
نمبر ۹۲۸ شیخ شبراتی " — عا ار
نمبر ۸۵۷ جناب چوہدری میراں بخش " — عا ار
نمبر ۸۷۹ جناب بابو مظفر احمد " — عا ار
نمبر ۹۱۹ جناب بابو غلام محی الدین " — عا ار
نمبر ۹۸۱ جناب غلام مصطفٰے " — عا ار
نمبر ۹۲۲ جناب عبد العزیز " — عا ار
نمبر ۹۲۷ جناب شمس الدین " — عا ار
نمبر ۱۱۳۶ جناب فتح محمد " — عہ ار
نمبر ۸۳۳ جناب شاہ مرن " — عہ ار
نمبر ۱۰۹۸ جناب منشی غلام مرتضیٰ خان عنبر " — للعہ ار
نمبر ۷۹۷ جناب منشی فضل قادر " — عا ار
نمبر ۱۰۴۷ جناب رحمت علی " — عہ ار
نمبر ۹۳۳ جناب میاں امام الدین " — عا ار
نمبر ۹۳۶ جناب ڈاکٹر محمد ابراہیم " — عا ار
نمبر ۸۰۶ جناب بابو عبد العزیز " — عا ار
نمبر ۱۰۰۹ جناب ڈاکٹر محبوب عالم " — عا ار

نمبر ۹۶۴ جناب مولوی نور حسین صاحب — عا ار
نمبر ۱۰۰۲ جناب احمد الدین " — عا ار
نمبر ۸۹۱ جناب محمد عبد الحمید " — عا ار
نمبر ۱۹۲ جناب شیخ محمد عبد اللہ " — عا ار
نمبر ۹۵۲ جناب بابو زین الدین " — عا ار
نمبر ۸۶۴ جناب روشن دین " — عا ار
نمبر ۹۵۳ جناب قاضی عبد الحمید " — عا ار
نمبر ۹۸۷ جناب مرزا غلام سرور " — عا ار
نمبر ۵۷۳ جناب مولوی محمد ابراہیم " — للعہ ار
نمبر ۸۸۵ جناب غلام صفدر " — عہ ار
نمبر ۸۱۹ جناب نظام الدین " — عہ ار
نمبر ۹۰۳ جناب محمد سلیمان " — عا ار
نمبر ۵۵۴ جناب مولوی قطب دین " — عا ار
نمبر ۹۵۵ جناب اللہ دوبایا " — عا ار
نمبر ۹۰۴ جناب عبد الغنی " — عا ار
نمبر ۸۱۹ جناب عبد الحمید " — عا ار
نمبر ۹۸۰ جناب چوہدری نبی بخش " — عا ار
نمبر ۷۰۱ بابو محمد اسماعیل " — عا ار
نمبر ۷۹۳ جناب سید صادق حسین " — عا ار
نمبر ۵۹۶ جناب مستری کریم بخش " — عا ار
نمبر ۹۹۷ جناب بابو حیات محمد " — عا ار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء

ہم مرزا صاحب کو کیا سمجھتے ہیں

دانا انسان جب کسی کام کو شروع کرتا ہے تو سوچ لیتا ہے۔ کہ میں کیا کام کرنے لگا ہوں۔ اور اگر ایسا نہ کرے تو دشمنوں کی ہنسی کا مورد ہوتا ہے۔ ہم نے بھی حضرت مسیح موعود کو قبول کیا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ اس بات کو خوب سمجھ چھوڑیں۔ کہ ہم آپکو کیا سمجھتے ہیں۔ بعض دفعہ دشمن اچانک سوال کر بیٹھتا ہے۔ کہ آپ مرزا صاحبکو کیا سمجھتے ہیں تو اسکا جواب بعض لوگ فوراً نہیں دے سکتے۔ اور بعض دفعہ تو چالاک دشمن خود حضرت صاحب کے متفرق اقوال سامنے رکھ دیتا ہے جن کا مطابق کر کے دکھانا ہر ایک کا کام نہیں ہوتا۔ اور غریب ناخواندہ یا کم علم لوگ بہت مشکل میں پڑ جاتے ہیں لیکن اگر یہ مسئلہ پہلے ہی حل ہو چکا ہو تو پھر کسی کو جواب دینے میں دقت نہ ہو اور ہر ایک احمدی بڑی آسانی سے مخالف کے اعتراض کا جواب دے سکے۔ اسلئے میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ حضرت صاحب کے دعاوی سے اسبات کو حل کر دوں تاکہ ناظرین رسالہ اپنے خیالات کو اس مسئلہ کے متعلق یکسو کر لیں۔

یہ بات تو صاف ہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود تھے اور پھر ساتھ اُسکے مہدی بھی تھے

لیکن یہ سوال قابل غور ہے۔ کہ رسول اللہ کیساتھ آپ کو کیا تعلق تھا۔ اِس بارہ میں جس طرح احادیث میں بظاہر اختلاف ہے اسی طرح حضرت صاحب کے اقوال میں بھی بظاہر اختلاف نظر آتا ہے اسلیئے ضروری ہے کہ ہم اُن میں تطبیق پیدا کریں۔

حضرت صاحب کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایکطرف تو اپنے آپ کو امتی کہتے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ میرا علم ع یک قطرۂ ز آب زلال محمدؐ است۔ اسی طرح فرماتے ہیں ع خاکم نثار کوچہ آل محمدؐ است۔ اسی طرح ارشاد کرتے ہیں ع وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس مدعا یہی ہے غرضیکہ اس قسم کی کئی عبارتیں آپ کی کتب میں پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے آپکو گویا کچھ بھی نہیں سمجھتے۔

لیکن ساتھ ہی جب اور کتب کو دیکھا جاتا ہے۔ اور دیگر حوالجات پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ یوں بھی فرماتے ہیں ؎ منم مسیح زمان و منم کلیم خدا۔ منم محمدؐ و احمدؐ کہ مجتبیٰ باشد۔ اسی طرح فرماتے ہیں۔ کہ ؎

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
اک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
سر سے میرے پاؤں تک وہ یار ہے مجھ میں نہاں اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار
دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرش رب العالمین قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار
روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

اسی طرح آپ خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں۔

انی[1] نزلت بمنزلة من ربی لا یعلمها احد من الناس۔ و[2] ان سری اخفی و انئی من اکثر اھل اللہ فضلاً عن عامة الاناس۔

---

[1] اور میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں۔ جسکو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا [2] اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ اور دور تر ہے۔ قطع نظر اس سے کہ عام لوگوں کو اس سے کچھ اطلاع ہو سکے

[53] فلا تقیسونی باحد ولا احداً بی۔ [54] وسمانی ربی احمد فاحمدونی ولا تشتمونی ولا توصلوا امرکم الی الابلاس۔ [55] ومن حمدنی وما غادر من نوع حمد فما مان۔ [56] ومن کذب ھذا البیان فقد مان۔ [57] و اغضب الرحمٰن۔ [58] وجعلنی مظہر النبی المہدی اکرم۔ [59] و انی علیٰ مقام الختم من الولایۃ۔ [60] کما کان سیدی المصطفٰے علیٰ مقام الختم من النبوّۃ وانہ خاتم الانبیاء وانا خاتم الاولیاء۔ لا ولی بعدی۔ [61] الا الذی ھو منی وعلیٰ عہدی۔ [62] وانی ارسلت من ربی بکل قوۃ وبرکۃ وعزۃ۔ [63] وان قدمی ھذہ علیٰ منارۃ ختم علیھا کل رفعۃ۔ پھر اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔ [64] وعلم ان نبینا

---

[53] پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ [54] اور میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے پس میری تعریف کرو اور مجھے دشنام مت دو۔ اور اپنے امر کو نا امیدی کے درجہ تک مت پہنچاؤ [55] اور جس نے میری تعریف کی اور کوئی قسم تعریف کی نہ چھوڑی تو اس نے سچ بولا اور جھوٹ کا ارتکاب نہ کیا۔ [56] اور جس نے اس بیان کو جھٹلایا پس اس نے جھوٹ بولا ہے [57] اور خدا کے غضب کو بھڑکایا ہے [58] اور مجھ کو مہدی احمد اکرم کا مظہر بنایا [59] اور میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنیوالا ہوں [60] جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور میں خاتم الاولیاء۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ [61] مگر وہ جو مجھ سے ہوگا۔ اور میرے عہد پر ہوگا [62] اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام تر قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں [63] اور یہ میرا قدم ایک ایسے منار پر ہے۔ جو اس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے [64] اور جان کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار برس

صلی اللہ علیہ وسلّم کما بعث فی الالف الخامس کذٰلک بعث فی اٰخر الالف السادس باتخاذہ بروز المسیح الموعود۔ اسی طرح فرماتے ہیں فثبت من ھٰذہ ان المسیح الموعود مظہر للحقیقۃ المحمدیۃ۔ ونازل فی الحلل الجلالیۃ۔ فلذٰلک عدّ ظہورہ عنداللہ ظہور نبیہ المصطفٰے۔ پھر فرماتے ہیں ولمّا کان المسیح الموعود لوجود نبیّنا کالمرآۃ وتمم امرہ باشاعۃ البرکات واظہار الاسلام علی الادیان کلھا بالاٰیٰت۔ شکر النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم سعیہ کشکر الاٰباء للابناء اسی طرح اسی کتاب میں فرماتے ہیں فاتخذ علیٰ طریق البروز مظہرًا لہٗ من امتہٖ وھولہ کالعین فی اسمہٖ وماھیتہٖ۔ اسی طرح فرماتے ہیں کہ[18] من فرق بینی وبین المصطفٰے فما عرفنی وما رأی۔ غرضیکہ مندرجہ بالا حوالجات میں آپ اپنے آپ کو کل انبیاء کا جامع قرار دیتے ہیں اور یہ شان رسول اللہ صلعم کے سوا اور کسی نبی کو عطا نہیں ہوئی اسی طرح آپنے دعویٰ کیا ہے کہ میں ہی رسول اللہ ہوں۔ اور آپ کا بروز کامل ہوں اور مظہر اتم ہوں۔ اور ایک آئینہ ہوں جسپر رسول اللہ کی کل اشکال کا عکس پڑا ہے۔ پھر یہ بھی دعویٰ فرماتے ہیں۔ کہ میں خدا تع

میں مبعوث ہوئے۔ ایساہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کرکے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے پس یہاں سے ثابت ہوا کہ مسیح موعود محمدی حقیقت کا مظہر ہے۔ اور جلالی حلوں میں نازل ہوا ہے اسی لئے خدا کے نزدیک اسکا ظہور نبی مصطفٰے کا ظہور مانا گیا ہے۔ اور چونکہ مسیح موعود نبی کریم کے وجود کا آئینہ اور برکات کی اشاعت اور تمام دینوں پر اسلام کے غلبہ سے آنجناب کے امر کا تمام کرنیوالا تھا لہٰذا نبی کریم نے اسکی کوشش کو پسند کیا جیسا کہ باپ بیٹوں کی کوشش کا شکر کرتے ہیں پس اسکی امت میں ایک مظہر بطور بروز ہوا۔ اور وہ اسکے لئے نام وماہیت میں عین کی مانند ہے[18] اور جو شخص مجھ میں اور مصطفٰے میں تفریق کرتا ہے۔ اس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور نہیں پہچانا ہے۔

کا مظہر ہوں اور سر سے پیر تک وہ مجھ میں سما گیا ہے اسی طرح دعویٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ اور مجھ میں کسی قسم کا فرق کرتا ہے وہ گمراہ ہے اور فرماتے ہیں کہ مجھے ہر قسم کے انسانی کمالات ملے ہیں۔ اور جو اس کا انکار کرے وہ جھوٹا ہے۔

انہی عبارتوں پر بس نہیں۔ آپ کے الہاموں کو ہم دیکھیں تو وہاں بھی اسی کی تائید پائی جاتی ہے چنانچہ حضرت کو اپنی نسبت الہام ہوا۔ کہ دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ انت منی بمنزلة توحیدی وتفریدی انت منی بمنزلة عرشی انت منی بمنزلة ولدی لولاک لما خلقت الافلاک انا اعطیناک الکوثر۔ اراد اللہ ان یبعثک مقاماً محموداً۔ جری اللہ فی حلل الانبیاء۔

اب غور طلب یہ بات ہے کہ ان دونوں قسم کے اقوال میں تطبیق کیا ہے اور ہم حضرت مسیح موعود کو کیا سمجھیں۔ سب سے پہلے جو بات عجیب معلوم ہوتی ہے یہ ہے۔ کہ جن اقوال میں انکسار پایا جاتا ہے وہ سب حضرت صاحب کے اپنے ہیں۔ اور الہامات میں انکساری الفاظ نہیں پائے جاتے۔ جس سے دوسرے اقوال کو بہت قوت پہنچتی ہے۔ دوسری بات جو غور کرنیوالے کے سامنے آتی ہے۔ یہ ہے کہ پہلے اقوال قریباً کل اشعار میں بیان کیے گئے ہیں۔ اور دوسرے نثر اور نظم دونوں میں اور نثر کو نظم پر فضیلت ہوتی ہے کیونکہ نظم جذبات عشقیہ کا اظہار کرتی ہے۔ اور عشق کے جوش میں عاشق اپنے معشوق کے لیے جو جو الفاظ بولتا ہے وہ دوسرے وقت میں نہیں استعمال کرتا۔ اس بات پر بھی غور کرکے دانا انسان معلوم کرتا ہے کہ وہ اقوال جن میں حضرت صاحب نے اپنا رتبہ بتایا ہے پہلے انکساری اقوال سے زیادہ قابل اعتماد ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آیا پہلے خیالات غلط ہیں یا دوسرے۔ پہلے تو آپ فرماتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں رسول اللہ کا خاک پا ہوں۔ اور آپکی آل کا غلام ہوں اور دوسرے اقوال میں فرماتے ہیں کہ میں آپکا مظہر اتم ہوں۔ آپ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔ اور جو کوئی فرق کرتا ہے۔ جھوٹا ہے۔

اس عقدہ کے حل کرنیکے لئے ہمیں دور جانیکی ضرورت نہیں خود حضرت صاحب کے الہامات سے

ہی اس کا حل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۰۰ پر آپ ایک الہام درج کرتے ہیں کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علم و تعلم۔ یعنی ہر ایک برکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ملتی ہے اور آپکی وساطت کے بغیر انسان اللہ تعالیٰ کی جناب سے کسی فضل روحانی کا امیدوار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ اُستاد یعنی رسول اللہ صلعم بڑی برکت والے ہیں اور اسی طرح انکا شاگرد یعنی مسیح موعود بھی بہت برکت والا ہے اسجگہ پہلے تو یہ فرمایا ہے کہ کل برکتیں رسول اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ اور بعد میں رسول اللہ اور مسیح موعود دونوں کیلئے تبارک کا ایک ہی لفظ فرمادیا ہے۔ جس میں یہ اشارہ ہے کہ حقیقتاً دیکھو تو کل برکات رسول اللہ پر ختم ہیں لیکن مسیح موعود شاگرد ہونیکی وجہ سے آپ کے فیوض سے اسقدر متمتع ہوا ہے۔ کہ آپکے کل علوم کو اُس نے اخذ کر لیا ہے۔ اور اس طرح دونوں میں دو نسبتیں قائم ہو گئی ہیں ایک تو نسبت تعظیمی اور دوسرے نسبت علمی۔ نسبت تعظیمی کے لحاظ سے مسیح موعود بلحاظ شاگرد ہونیکے رسول اللہ کے مقابل میں کچھ بھی نہیں کیونکہ اس کا کل علم رسول اللہ کے چشمہ فیض سے ہی نکلا ہے۔ جیسا کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک استاد جس نے کسی طالب علم کو پڑھایا ہو جب وہ طالب فارغ التحصیل ہو جائے۔ تب بھی وہ نسبت تعظیمی کے لحاظ سے اپنے اُستاد کے سامنے دو زانو بیٹھتا ہے اور نہیں کہتا کہ اب تو میں علم میں اس سے بڑھ گیا ہوں بلکہ ہمیشہ اسی بات کا اظہار کرتا ہے کہ میں آپ کا غلام ہوں اور آپ کی اولاد کا بھی خادم ہوں کیونکہ باوجود اس علم کے حاصل ہونیکے استاد کا احسان اُسکے سر پر ہے۔ اور ہزار تدابیر سے بھی وہ احسان اتر نہیں سکتا۔ اور ہمیشہ ہمیش کیلئے استاد کو محسن اور شاگرد کو محسَن بہ کا درجہ ملیگا ہے۔ اسی طرح ایک موجد جو اپنے دماغ سے ایک ایجاد کرتا ہے اگر کسی انجینیر سے ایجاد بنوائے تو گو جو کچھ اُسے علم تھا۔ اسنے اس انجینیر کو سکھا دیا۔ تبھی تو وہ اُسکے بنانے پر قادر ہوا۔ لیکن پھر بھی وہ موجد موجد ہی ہے اور وہ انجینیر انجینیر ہی ہے نسبت تعظیمی کے لحاظ سے وہ انجینیر اسکے لیئے زانو تہ کرنیسے نجات نہیں پا سکتا۔ گو نسبت علمی میں دونوں برابر بھی ہو جائیں۔ اسی طرح رسول اللہ تو استاد اور موجد کی حیثیت رکھتے ہیں اور مسیح موعود شاگرد اور انجینیر کی نسبت تعظیمی کے لحاظ سے تو آپ کیلیئے یہی مناسب تھا۔ کہ آپ فرماتے۔ کہ خاکم نثار کوچۂ آلِ محمد است۔ اور نسبت علمی کے لحاظ سے

یہی درست تہا کہ آپ فرماتے کہ منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد۔ کیونکہ رسول اللہ نے کشفی طور سے اپنے علوم کا آپکو وارث کردیا۔ اور یہ ضروری بھی تہا۔ کیونکہ جب مسیح موعود کو وہی کام سپرد ہُوا تھا۔ کہ جو رسول اللہ کو ہوا تہا۔ اور کل دنیا کی ہدایت آپکا کام تہا۔ اور بموجب احادیث شیطان کے آخری حملہ کو رد کرنے کے لئے اسکی بعثت ہوئی تہی تو ضرور تھا۔ کہ وہ علوم جن کے ذریعہ سے رسول اللہ نے اپنے وقت میں شیطان کا مقابلہ کیا مسیح موعود کو بھی دیئے جاتے۔ تاکہ انہیں ہتھیاروں کیسا تھ شیطان کا مقابلہ کرکے اُس کو ہلاک کریں۔ پس پہلی قسم کے اقوال تو آپنے نسبت تعظیمی کے لحاظ سے کہے ہیں اور شاگرد کا بھی یہی حق ہے کہ اپنے اُستاد کے لیئے اس قسم کے الفاظ استعمال کرے۔ اسی لئے وہ خیالات آپنے نظم میں ادا کئے ہیں کیونکہ وہ جوش عشق کا وقت ہوتا ہے اور دوسرے خیالات کا اظہار نظم و نثر دونوں میں ہے۔ اور الہامات میں انکی تائید پائی جاتی ہے۔

اسجگہ پر اتنا یاد رکہنا چاہیئے۔ کہ معمولی قسم کے اُستاد اور شاگرد کے تعلق سے یہاں کچھ فرق ہے اور وہ یہ کہ وہاں تو اُستاد ایکدفعہ اپنا علم پڑھاکر فارغ ہوجاتا ہے لیکن رسول اللہ کی شاگردی سے انسان فارغ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آپ کا علم ہر روز ترقی کررہا ہے پس جو شخص کل آپکے علوم کا محتاج تھا۔ آج بھی ہے۔ اور جسقدر ترقی کرتا جائے محتاج رہیگا۔ کیونکہ تیرہ سو سال سے کروڑوں آدمی آپ پر درود پڑھ رہے ہیں۔ اور ہر روز آپکی ترقی مدارج ہو رہی ہے۔ پس دوسرے استادوں کی طرح آپ کا شاگرد آپکے کل علوم کا وارث ہونیپر بھی آپسے مستغنی نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر روز آپکے علوم اُسے آپکی اتباع سے حاصل کرنے پڑتے ہیں۔

اس عقدہ کے حل کرنیکا ایک تو وہی طریق ہے جو ہمنے اوپر درج کیا۔ اور ایک دوسرا طریق بھی ہے۔ جسے حضرت صاحب نے کئی کتب میں اختیار کیا ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ کو بادشاہ قرار دیا جائے اور مسیح موعود کو ویسرائے یا ریجنٹ (جو بادشاہ کی غیر حاضری کیوقت مقرر کیا گیا ہو) پس باوجود اس کے کہ ویسرائے بادشاہ کی غیر حاضری کیوقت ویسا ہی با اختیار ہوتا ہے جیسا کہ بادشاہ اور جس طرح سپاہ پر بادشاہ کو اختیار رہتا۔ ویسا ہی اُسے بھی ہوتا ہے جسطرح خزانہ اسکے ماتحت تہا اُسکے ماتحت بھی ہوتا ہے جسطرح ملک پر اسکا قبضہ تہا۔ اسکا بھی ہوتا ہے

نوٹ ✻ چنانچہ لیظہرہ علی الدین کلہ۔ مظہر اتم ہونے کا ثبوت ہے

لیکن اگر غور کریں تو وہ آقا ہے یہ غلام وہ مالک ہے یہ خادم وہ افسر ہے یہ ماتحت۔ غرضیکہ وائسرائے میں اور بادشاہ میں وہ نسبتیں پائی جاتی ہیں اگر اس لحاظ سے دیکھیں۔ کہ کل اختیارات وائسرائے کو بادشاہ کے طفیل ملتے ہیں۔ اور وہ اس کیساتھ خادم غلام یا ماتحت کی نسبت رکھتا ہے اور اگر کام اور قبضہ اور قدرت کی نسبت کرو تو بادشاہ کی غیر حاضری میں اس وائسرائے اور بادشاہ میں ایک ذرہ بھر بھی فرق نہیں پس مسیح موعود ایک وائسرائے کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ آپ کے تمام کمالات اور اختیارات رسول اللہ کی طرف سے ہیں۔ آپ خادم اور امتی کہلاتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ آپ اسی کام پر مامور ہوئے جس پر رسول اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمنوں کو اسی عذاب اور ذلت اور رسوائی کی خبر دی ہے جس کی رسول اللہ کے مخالفین کو دی تھی اور آپ سے اسی نصرت کا وعدہ کیا ہے جو رسول اللہ سے تھا۔ آپ کہتے ہیں من فرق بيني وبين المصطفٰى فما عرفني وقد غوىٰ۔

علاوہ ازیں ایک تیسرا راہ ہے جس کے لحاظ سے یہ مسئلہ طے ہو سکتا ہے۔ اس طریق کی طرف بھی خود حضرت کی کتب میں اشارہ کیا گیا ہے آپ جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں کہ لما كان المسيح الموعود لوجود نبينا كالمرأة شكر النبي صلى الله عليه وسلم سعيه۔ اسجگہ آپ نے اپنے وجود کو ایک آئینہ سے مشابہت دی ہے۔ اور آئینہ اپنے اندر جو چیز اس کے سامنے آئے۔ اسکے سب عکس لے لیتا ہے اور گویا اس چیز کا مظہر اتم ہو جاتا ہے۔ پس اگر ہم اس مثال پر غور کریں۔ تو سب بات صاف ہو جاتی ہے کیونکہ انبیاء کا وجود اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اخلاق کے اخذ کرنے میں ایک آئینہ کا کام دیتا ہے۔ اور اصلی صفائی باطن اور جلائے قلب کیوجہ سے وہ اسکے حضور میں ایک آئینہ کی مانند ہو جاتے ہیں اور اسکا نور اس طرح اخذ کرتے ہیں۔ کہ نادان جہلا ایک مدت کے بعد انکو ہی خدا سمجھ لیتے ہیں ہاں جیسے کسی آئینہ میں زیادہ جلا ہوتی ہے اور کسی میں کم۔ اسی طرح انبیاء میں بھی کوئی زیادہ جلا رکھتا ہے اور کوئی کم اور رسول اللہ بوجہ خاتم الانبیاء ہونیکے اور اسوجہ سے کہ آپ نے اپنا وجود اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنیکے لئے بالکل مٹا دیا تھا۔ ایسے صاف اور مطہر اور مصفّٰی ہو گئے تھے۔ کہ جیسا عکس آپ نے صفات و اخلاق الٰہی کا جذب کیا۔ اور جس خوبی سے آپ میں اللہ تعالیٰ کا حسن نظر آتا ہے۔ اور کسی نبی میں وہ شان نہیں پائی

جاتی۔ آپ کے بعد چونکہ نبوت مستقلہ کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اسلئے اب جو عکس الٰہی کو اپنے دل پر ڈالنا چاہے۔ وہ آپکی راہ سے ایسا کر سکتا ہے اب تک آپکی امت میں سے کسی نے وہ جلا اور صفائی حاصل نہیں کی تھی جیسے کہ مسیح موعود نے اسلئے دوسرے اولیاء تو صرف بعض خوبیوں کے مظہر تھے اور مسیح موعود اپنی صفائی باطن کے کامل اور مکمل ہونیکی وجہ سے آپ کے کل نقشہ کا مظہر ہوا۔ اور اُس نے ایسی جلا پائی کہ ہر ایک خال آپکے نور کا اسکے دل میں جاگزیں ہوا۔ اور اُسکے توسط سے آپکی ہر ایک خوبی دنیا پر ظاہر ہوئی اور اسی لئے خلاف پہلے اولیاء کے اُسے کل دنیا کی بہتری کا کام سپرد ہوا۔ اور ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک کی طرف وہ مبعوث ہوا۔ اور بوجہ آپ سے بکمال مشابہت رکھنے کے آپکی طرح اس حکم کے ماتحت آگیا۔ کہ تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیراً ۂ اور یہ تو فقہ کا ایک عام مسئلہ ہے۔ کہ جب ایک حکم کی علت دوسری جگہ کامل طور سے پائی جائے تو اسپر بھی وہی حکم لگتا ہے۔ پس جب مسیح موعود نے کامل جلا پا کر رسول اللہ کے کل نقوش کو اپنے دل پر منقش کیا۔ تو جس طرح آپکو ان کمالات کے حصول پر کل دنیا کی طرف نذیر کر کے بھیجا گیا تھا۔ مسیح موعود کو بھی کل دنیا کی طرف مبعوث کیا گیا۔ لیکن آپ میں جو نقشہ نظر آتا ہے۔ وہ سب رسول اللہ کا ہے۔ اور رسول اللہ میں جو نقشہ نظر آتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک تالاب پر سورج چڑھا ہوا ہو۔ تو اس پانی میں سورج کا نقشہ نظر آجائیگا۔ اور اگر اس تالاب کے اوپر ایک آئینہ رکھدیں تو اس آئینہ میں بھی وہی نقش نظر آئیگا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس تالاب کے مقابل میں اُسے رکھا جائے۔ اسی طرح رسول اللہ ایک تالاب ہیں کہ جن پر خدا کا عکس پڑ رہا ہے اور مسیح موعود ایک آئینہ ہے۔ کہ جو اس تالاب سے عکس حاصل کر رہا ہے گو اس آئینہ پر بھی وہی نور الٰہی جلوہ گر ہے۔ مگر چشمہ محمدی سے فیضان حاصل کر کے اگر اس آئینہ کو چشمہ محمدی سے دور کر دیں تو پھر کچھ بھی نہیں رہتا۔ پس بوجہ اس کے کہ مسیح موعود کا کل نور شمع محمدی سے مکتسب ہے۔ اسکی اپنی ذات کچھ بھی نہیں۔ اور بوجہ اس کے کہ کامل اور اتم طور سے وہ کل نور اسپر جلوہ گر ہوا ہے۔ مسیح موعود رسول اللہ کا مظہر اتم ہے۔ اور جو شخص دونوں میں فرق کرتا ہے وہ غلطی پر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک اگر تو نہ ہوتا تو میں زمین و آسمان بھی نہ پیدا کرتا۔ اور یہی شان محمدی ہے۔ پھر ان دونوں میں کیا فرق رہا

اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو رسول کریم سے ایسی مشابہت دی ہے۔ کہ چونکہ آپ کو ختم نبوت کا عہدہ تھا۔ آپکو بھی ختم ولایت کا عہدہ دیکر اک ایسی مشابہت تامہ پیدا کر دی کہ من تو شدم تو من شدی والا معاملہ ہو گیا۔ اس سے بڑھکر اور کیا درجہ ہو گا۔ کہ جس طرح رسول اللہ کے بعد کوئی شخص نبی نہ ہو سکتا تھا جب تک آپ کی اطاعت اور حکومت کا جوا اپنی گردن پر نہ اٹھائے۔ اور جب تک آپکے نقوش کو اپنے دل پر منعکس نہ کرے۔ اسی طرح مسیح موعود کے لیئے بھی یہ درجہ عطا فرمایا۔ کہ آیندہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک وہ مسیح موعود کے نور سے بہرہ مند نہ ہو۔ اور جبتک اسکی شمع مسیح موعود کے نور سے نہ جلائیجائے جیسے خدا کا محبوب کوئی شخص اسوقت تک نہیں ہو سکتا جبتک کہ رسل مقبول کی اتباع کی مُہر اس کی درخواست پر نہ ہو۔ اسی طرح رسول اللہ کے متبعین میں کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ اور نہ خدا کے حضور میں اُسے کوئی قبولیت عطا ہو سکتی ہے۔ جب تک مسیح موعود کی فرمانبرداری کی مُہر اُس کے دل پر نہ ہو۔

مذکورہ بالا طریقوں سے حضرت صاحب کے دونوں اقوال کی ایسی مطابقت ہو جاتی ہے کہ ہر ایک عقلمند کو اُن کے ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس لحاظ کے رُو سے کہ رسول کریم بادشاہ ہیں۔ اور مسیح موعود ریجنٹ۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ استاد ہیں اور یہ شاگرد۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے نور حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ آپ کے واسطے آپ فرماتے ہیں۔ اور درست فرماتے ہیں۔ کہ ست وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس مدعا یہی ہے۔ اور اس لحاظ سے کہ آپ اس زمانہ کے لئے کل وہ اختیارات اور نشانات لیکر آئے۔ جو رسول اللہ لیکر آئے تھے۔ اور اس لحاظ سے کہ آپ کے آئینہ دل نے اسقدر جلا پائی۔ کہ رسول اللہ کے کل نقوش اپنے اوپر منعکس کر لیئے۔ اور اس لحاظ سے کہ رسول اللہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الاولیاء قرار دیا۔ آپ رسول اللہ کے مظہر اتم ہیں۔ اور جو ان دونوں میں فرق کرتا ہے۔ وہ غلطی پر ہے۔ اسلیئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی جماعتوں کو بھی آیت لما یلحقوا بہم میں مشابہ قرار دیا۔ پس آپ کے اقوال میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور بالکل مطابق ہیں۔ اور مذکورہ بالا طریق سے ہمارا ایمان ہے۔ اور ہر ایک سایل کو ہم باواز بلند کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم مسیح موعود کو رسول اللہ کا کامل نمونہ اور مظہر اتم جانتے اور یقین کرتے ہیں۔

مرزا محمود احمد

پارسی مذہب

Digitized by Khilafat Library

جیسا کہ میں پچھلے پرچہ میں لکھ چکا ہوں میں نے ارادہ کیا ہو کہ آئندہ سو ناظرین کی دلچسپی اور فائدہ کے لئے رسالہ میں کسی مذہب کا حال بیان کیا جائے۔ تا کہ ناظرین رسالہ مذاہب مختلفہ سے کما حقہٗ واقف ہو جائیں۔ اور اسی طرح کسی مذہب کے پیرو سے ملکر انہیں کوئی پریشانی حاصل نہ ہو۔ بلکہ اس کے اعتقادات سے مختصر اس طرح واقف ہوں کہ کسی مذہبی گفتگو کے پیش آنے پر اس سے چھینپنا نہ پڑے اس سلسلہ کا سب سے پہلا مضمون جو اس وقت ناظرین رسالہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ پارسی مذہب پر ہے۔ پارسی گو تعداد میں ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ نہیں لیکن ہندوستان میں جو وقعت و عزت دنیاوی طور سے انکو حاصل ہے وہ بہت سی ایسی قوموں کو حاصل نہیں جو تعداد میں ان سے کئی گونہ بڑھکر ہیں۔ بمبئی کا ایک ایک محلہ زبان حال سے انکی علمی اور عملی ترقیوں کا بے زبان مورخ ہے جس کے بڑے بڑے مکانوں کی ایک ایک اینٹ ان کے نشو و نما کی تاریخ بیان کر رہی ہے۔ انکی دانائی اس سے ظاہر ہے کہ بمبئی ایسی چونکہ بڑا تجارتی مرکز تھا۔ اور وہاں تجارت کا مقابلہ سخت ترین تہا۔ وہاں انھوں نے تجارت کی طرف بہت کم توجہ کی ہے۔ اور دوسرے شغل اختیار کئے ہیں۔ اور اس طرح اپنی قوم کی عزت کو قائم رکھا ہے۔ اور دوسرے مقامات میں زیادہ تر تجارت کی طرف توجہ کی ہے۔

پارسیوں کا اکثر حصہ بمبئی اور اسکے گرد و نواح میں آباد ہے۔ اور کچھ پونا میں آباد ہیں باقی کل ہندوستان میں بیس ہزار سے زیادہ ان کی آبادی نہیں ہے۔ پارسی مذہب کے پیرو ایران میں بھی ہیں۔ لیکن پارسی انکو ذلیل سمجھتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کوئی ہندوستان میں آئے تو اُسے ایرانی کہتے ہیں پارسی نہیں کہتے۔ نہ اپنے خاص عبادتخانوں میں انکو گھسنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ہاں بعض عام رسومات میں انکو شامل ہونیکی اجازت ہوتی ہے۔

پارسیوں کے متعلق اس نوٹ کے بعد میں ناظرین رسالہ سے اتنا اور کہنا چاہتا ہوں۔ کہ

چونکہ یہ پہلی کوشش ہے اور شروع شروع میں ہر ایک کام میں مشکلات ہوتی ہیں اسلئے جس طرح میں چاہتا تھا یہ مضمون تیار نہیں ہو سکا۔ اور باوجود کوشش کے بعض ضروری حصص نامکمل رہگئے ہیں۔ لیکن اتنا یاد رکھنا چاہئے کہ پانچ صفحات میں کسی مذہب کے کل پوست کندہ حالات و اعتقادات کا لکھدینا کوئی آسان کام نہیں۔ غیر تو غیر خود اہل مذہب کے لیے بھی اس میں دقتوں کا سامنا ہے چہ جائیکہ ایک غیر مذہب کا آدمی ایسے حالات لکھے اور وہ بھی ایک ایسے مذہب کے حالات جو کہ مذہبًا دنیا سے اٹھ چکا ہو۔ پس بہر حال برادرم سید ولی اللہ شاہ صاحب کی کوششوں کا شکریہ ہے۔ منتظمین رسالہ کی طرف سے بھی اور ناظرین رسالہ کی طرف سے بھی ادا کرتا ہوں جنکی سعی کے ثمرہ میں یہ مضمون ہمکو حاصل ہوا ہے۔ . . . . (ایڈیٹر)

پارسی مذہب دنیا کی تاریخ میں ایک بڑا کام کر چکا ہے۔ اسوقت بھی یہ لوگ ہندوستان میں ایک معزز قوم گنے جاتے ہیں میں اس لیئے ان کے مذہب کے متعلق کچھہ لکھنا ناظرین رسالہ کے لئے خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ اس مذہب کے متعلق لکھتے ہوئے میں باریک باتوں کی طرف نہ جاؤنگا۔ بلکہ ان اصولوں کے متعلق کچھہ تحریر کرونگا جو کہ ان کی مذہبی کتاب اور تواتر قومی کی شہادت سے ثابت شدہ ہیں۔ تاکہ ناظرین کو اس مذہب سے کچھہ واقفیت ہو جائے۔

ایمان باللہ سب سے پہلا اصول ہر ایک مذہب میں ہستی باریتعالیٰ پر ایمان ہے۔ پارسی لوگ بھی مسیحیوں اور ۳۳ کروڑ دیوتا کے پجاریوں المعروف سناتنیوں اور آریوں کی طرح خدا تعالیٰ کی نسبت یہی اعتقاد بتلاتے ہیں۔ کہ ایک ہی ذات کامل الصفات ہے۔ جسکا نام اہورامزدا[1] (یعنی حیّ و قیوّم اور علیم) ہے وہی زمین و سموات کا خالق و مالک ہے۔ اوستا[2] کے پہلے حصہ یعنی گتھا میں جو زرتشت کی دعائیں ہیں ان سے بیشک یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اہورامزدا کو تمام نیکیوں کا منبع اور سرچشمہ مانتا ہے اور اسی کو اپنا معبود اور مطلوب یقین کرتا ہے۔ مگر با اینہمہ اسی کتاب سے یہ عقیدہ بھی بداہت پایا جاتا ہے کہ اہورامزدا کے مقابل ایک دوسرا خدا بھی ہے جو اہورامزدا کی طرح قائم بالذات اور بدی اور تاریکی کا سرچشمہ اور

---

[1] اہورامزدا کو ہرمزد بھی کہتے ہیں [2] ان کی مذہبی کتاب

خالق ہے اور اس کا نام اینگرو منش (اہرمن) ہے چنانچہ لیبنا ۳۰ میں لکھا ہے کہ ابتدا میں دو خود مختار طاقتیں تھیں۔ ایک خالق نیکی اور نور۔ دوسرا خالق بدی اور تاریکی۔ اس جہان میں وہ تمام اسباب جو کہ زندگی اور نیکی کے قائم کرنیوالے ہیں۔ انکا خالق اور مسبّب ہرمزد ہے۔ اور وہ تمام اسباب جو کہ موت اور بدی کا موجب ہیں۔ انکا سرچشمہ اور خالق اہرمن ہے" اور لیبنا ۵ ہم اور بندہیش ۱ہ میں لکھا ہے۔ کہ ہرمزد کا تختگاہ غیر متناہی روشنی اور نور کے درمیان مقام بہشت میں ہے۔ اور اہرمن کا تخت حکومت غیر محدود دوزخ کی تاریکی کے درمیان نہایت سرد شمال میں ہے۔" اور اسی طرح پر وندیداد میں ہے۔ "اعلیٰ اور نہایت عمدہ مخلوق کا خالق میں ہوں۔ ہاں میں جو کہ اہورا مزدا ہوں تمام عمدہ مخلوق کا خالق ہوں۔ اینگر منش نے جو کہ موت اور ہلاکت کا سرچشمہ ہے مقابل میں ایک مخلوق پیدا کی۔ یعنی ایک بڑے سانپ کو۔ سردی کو خونخوار اور زہریلے حیوانات اور مہلک نباتات کو"۔ . . . علیٰ ہذا القیاس۔ گھنا اُہنَوَیتی اور دیگر مختلف مواقع میں بھی اس طرح کا بیان کثرت سے موجود ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ پارسیوں کے بزرگ دو خداؤں کے قایل تھے۔ یہ جو کچھ ہمنے لکھا ہے۔ پارسیوں کی کتاب مقدس کی بنا پر ہے۔ لیکن اس کے علاوہ تواتر قومی کی شہادت بھی اسی عقیدے کی تاکید کرتی ہے۔ کیونکہ قریباً تین ہزار برس سے لیکر ابتک سب کے سب پارسی کیا علما اور کیا جہلا یہی مانتے چلے آئے ہیں۔ کہ ایک خالق نیکی ہے۔ اور ایک خالق شرّ ہے۔ انکی تصنیفوں میں جابجا اسی عقیدے کے اثبات میں دلائل ہیں۔ مگر چونکہ اس زمانہ نے ایک عظیم الشان تغیّر پیدا کر دیا ہے۔ اسلیئے نو تعلیم یافتہ پارسی بھی تین کروڑ دیوتا کے پجاریوں اور آریوں کی طرح اوستا کی عبارتوں کی عجیب عجیب توجیہیں کرتے ہیں۔ اور ہمارا بھی یہ یقین ہے۔ کہ زرتشت ایسی کی تعلیم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مختلف مذاق کے مصنّفوں کے حاشیوں نے اصل حقیقت کو اپنے اندر ایسا چھپا لیا ہے کہ حق و باطل کو آپس میں خلط ملط کر دیا ہے لیکن جبکہ یہ اعتقادات پارسیوں کی مذہبی کتب میں موجود ہیں۔ تو ہم پارسیوں کا کوئی حق نہیں دیکھتے کہ وہ زمانہ کی ترقی کیساتھ اپنے اعتقادات کو بھی تبدیل کرتے جائیں کیا اس طرح وہ اپنی کتابوں کو ملیامیٹ کر دینگے۔ اور کیا دوسرے مذاہب کے ماننے والے اندھے ہیں۔ کہ اصل حقیقت ان کی نظروں سے پوشیدہ رہیگی۔ لیکن اس تبدیلی سے

بہر حال ہمیں یہ خوشی ہے۔ کہ اسلام کا پیش کردہ اصول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ایک ایسا سچا اور پکا اصول ہے کہ سب مذاہب کو رفتہ رفتہ مجبوراً اسی کی طرف پھرنا پڑا ہے۔

ایمان بالملائکہ علاوہ ان دو خداؤں کے پارسیوں کا اعتقاد ہے۔ کہ اور بھی طاقتیں ہیں۔ جن کو انتظام عالم میں دست تصرف حاصل ہے۔ چنانچہ انکا عقیدہ ہے کہ آہورامزدا کے ماتحت چھہ فرشتوں کی ایک کونسل ہے۔ جسکا نام امشاسپنتا[ف] ہے۔ ان فرشتوں کے نام مع انکے فرائض مندرجہ ذیل ہیں۔ ۱۔ وہومنو۔ محرک نیکی۔ ۲۔ اشیم۔ آگ کا ملک۔ ۳۔ کشتھرم۔ دھات کا ملک ۴۔ آرمیتی۔ زمین کا ملک۔ ۵۔ ہاروتات۔ صحت بخش پانیوں کا ملک ۶۔ امری تات۔ نباتات کا ملک۔ یہ ملکوت ہرمزدا کے ارد گرد بیٹھ جاتے ہیں۔ اور وہ ان سے انتظامی امور کے متعلق مشورہ کرتا ہے۔ اور اُن کے ماتحت اور ہزاروں ملک ہیں۔ جو ان کے حکم کے مطابق کسی فیصد شدہ امر کو سر انجام دیتے ہیں۔ ان چھہ ملکوت کے تسلط و تصرف کے متعلق یہاں تک تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ انکو بھی خلق و فنا میں دخل ہے۔ جیسا کہ یسنا ۶۶ میں آیا ہے۔ اب میں تمکو کہتا ہوں کہ میری طرف کان رکھو۔ وے جو نزدیک ہو۔ اور جو دُور ہو۔ اس بات کو سنو جس کی خواہش کی گئی ہے۔ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ امشاسپنتا نے سب کچھہ پیدا کیا ہے" الخ وسپرد۹ میں ایک دعا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ دعاگو امشاسپنتا کی طاقتوں پر کیسا بھروسہ ہے" امشاسپنتا۔ میں تعریفوں کا گویا آپ کی تحمید و ستائش کرتا ہوں۔ اپنی تیاری کے لیئے۔ فتح کے لئے اور ان روحوں کی سلامتی کے لیئے جو پاک اور صاف ہیں .... وسپرد ۲۴۔ اے امشاسپنتا ہم آپ کی تحمید شروع کرنے لگے ہیں۔ ہم پاکیزہ پانیوں (ہاروتات) اور ان درختوں (امری تات) کی ستائیش کرتے ہیں۔ جو پھل لائے ہیں .... ہم امشاسپنتا وہومنو کی تحمید کرتے ہیں ... ہم اشاوہستا کی جو کہ خوبصورت امشاسپنتا ہے ستائیش کرتے ہیں۔ .... الخ"

ملائکہ جہنم ان ملکوت کے مقابل شیاطین اور ناپاک روحیں ہیں جو اہرمن کی مخلوق ہیں یسنا ۳۰۔ اور ۴۵ بندھیش ۱۴ میں لکھا ہے۔ کہ ابتدا میں جب اہورامزدا اور انیگرومنش دونوں کو ایک دوسرے کی مخالفت اور ضد کی خبر ہوئی۔ تو دونوں نے ابدالا باد

ف اسکے معنی غیر فانی ہستیوں کے ہیں۔

تک جنگ کی قسم کھائی۔ تب انہوں نے ایکدوسری کی ضد مخلوق پیدا کرنی شروع کی۔ اور اس طرح ایکدوسری کی مخلوق کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ لڑائی ہوتی رہیگی یہانتک کہ دنیا کے خاتمے کے دن قریب ہو جائینگے تب جاکر کہیں اہورامزدا کو فتح نصیب ہوگی۔

الہامی کتاب پارسی لوگ صرف اَوستا کو الہامی کتاب مانتے ہیں جو کہ کیس جلدوں میں منقسم ہے چنانچہ لکھا ہے۔ یزدان نے زرتشت کو کہا کہ "مینے تجھے اوستا جیسی کتاب دی ہے۔ اور اس پر ایسی واضح تفسیر عنایت کی ہے۔ اور یہ امید ضرور کہ کہ تیرے بعد لوگ تیرے لیئے ثواب کا کام کرینگے۔ اسی طرح کے اور حوالے بھی دیئے جاسکتے ہیں۔ جو اوستا کو الہامی کتاب بتلاتے ہیں۔ اور ایساہی پارسی لوگونکا بھی ابتک یہی ایمان ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو خود اوستا سے ہی معاملہ برعکس نظر آتا ہے کیونکہ اوستا کا پہلا حصہ جو کہ گتھا کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا طرز و اسلوب باقی حصہ اوستا سے بالکل نرالا معلوم ہوتا ہے۔ اس کی زبان صرف و نحو اور لغت میں باقی حصہ اوستا سے مختلف اور پرانی ہے اور دیگر زبردست ثبوت یہ ہے کہ گتھا میں (جس میں زرتشترا کی اکثر دعائیں ہیں) زرتشترا ہمیشہ نہایت منکسر لہجہ میں متکلم کے صیغے سے دعائیں اور التجائیں کرتا ہے) مثلاً گتھا استومیتی میں وہ یوں دعا کرتا ہے "مزدا ہورا کتنا ثواب مجھ دعا مانگنے والے زرتشترا کو تو عنایت کریگا"۔ اور گتھا یسنا ۸ میں ہے میں جو کہ زرتشترا ہوں۔ یہ التجا کرتا ہوں۔ یہ التجا کرتا ہوں . . . " مگر وندیداد اور باقی اوستا میں ہم بار بار پڑھتے ہیں کہ "پاک زرتشترا نے ہورامزدا کو کہا . . . . الخ" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ موجودہ گتھا تو خود زرتشترا کی دعائیں ہیں۔ اور باقی حصص اوستا کو مختلف مصنفوں نے مختلف زمانوں میں تصنیف کیا ہے۔ کیونکہ ان حصص کا طرز و اسلوب عبارت الگ الگ ہے۔ اس ہمارے بیان کی تائید یسنا کرتی ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ "پاک زرتشترا کی گتھا" آجکل محققوں نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ بعض حصص اوستا چار چار سو سال بعد تصنیف کی گئی تھیں۔ ان ثبوتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پارسیوں کی مذہبی کتب اسلام کے سوا دیگر مذاہب کی کتب کی طرح انسانی دستبرد کے نیچے رہ چکی ہے اور ان میں بہت کچھ انسانی کلام بھی مل چکا ہے۔ لیکن مذہب پر ایمان رکھنے والے پارسی انکو

درست مانتے ہیں۔ اور ان کو حکم ہے کہ وہ اوستا کو صحیح لفظوں میں یاد کریں اور ہمیشہ اسے پڑھتے رہیں اور اگر کوئی بھول جائیگا تو بہت گناہ ہوگا۔"

ایمان بالرسل اوستا کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زرتشت سے پہلے اور بھی کئی نبی ہوتے ہیں چنانچہ زرتشت انہیں کی تعلیم کو چلانے کے لیئے آیا تہا۔ اور کوئی نئی تعلیم نہیں لایا۔ ایک نبی کا نام بھی لکھا ہے کہ کیومرث تہا۔ جو کہ ایران کا پرانے زمانہ کا ایک بادشاہ ہے۔ اسکے جو حالات لکھے ہیں۔ وہ حضرت نوح کے حالات سے ملتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب پارسیوں کی کتاب اوستا سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایمان بالرسل ضروری ہے چنانچہ وہ شخص بخشا نہیں جا سکتا جو خدا کے نبی زرتشت پر ایمان نہ لاتا ہو۔ زرتشت کے سوا آیندہ زمانہ کے لیئے بھی انبیاء کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ چنانچہ پارسیوں کی کتاب اوستا میں لکھا ہے۔ کہ

زرتشترا نبی کے بعد تین اور نبی پیدا ہونگے۔ ایک کا نام ہوشیودرتہا۔ دوسرے کا نام ہوشیودرتہی اور تیسرے کا نام میسیاسوشیو ہے اور لکھا ہی۔ کہ میسیاسوشیو زرتشترا کے تین ہزار برس بعد اسکی نسل سے پیدا ہوگا۔ اگرچہ زرتشترا کے سن ولادت کے متعلق مورخ ابتک غدغہ میں ہیں۔ تاہم بعض محقق تھوڑے سے اختلاف کیساتھ قریبًا تیرہ سو برس قبل از مسیح بتلاتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کو ۱۹ سو برس گزرتے ہیں۔ تو اس حساب سے چاہیئے تہا۔ کہ اس زمانہ میں موعودہ میسیا[1] سوشیو فارس کی نسل سے پیدا ہوتا لیکن پارسیونکو اسکی طرف بالکل توجہ نہیں۔ اور ہوتی بھی کیونکر انھوں نے تو ہوشیودرتہا کو بھی نہیں مانا جسکے لشکروں نے عرب میں سے نکل کر ایران میں بھی توحید کا ڈنکا بجادیا۔

ایمان بالاخرۃ پارسی لوگ جزا و سزا یوم القیامۃ کے قایل ہیں۔ انکا اعتقاد ہے۔ کہ انسان میں دو حصے ہیں ایک زمینی اور دوسرا آسمانی تین دن موت کے بعد انسان کی روح اپنے عملوں کا نتیجہ بھگتنے کے لیئے حساب کے پل پر حاضر ہوگی اس پل پر تمام عمل جو دنیا میں کئے گئے تھے۔ ظاہر ہو جائینگے۔

---

[1] یہ لفظ حقیقتًا مسیحا ہے۔ اور اہل فارس میں سے مسیح پیدا ہو چکا ہے۔ کاش کہ پارسی سمجھیں۔ میں نے اس کے متعلق بہت تحقیقات کی ہے جو کہ اپنے وقت پر ظاہر کی جائیگی۔ ایڈیٹر

اور دو فرشتے مہتھرا اور رشنو حساب کرینگے۔ اور وہ ہر ایک آدمی کی نیکی اور بدی تولیں گے جس شخص کی نیکیاں زیادہ ہونگی۔ اس کے لئے وہ پُل فراخ ہو جائیگا۔ اور وہ اس پر سے آرام اور تسلی سے گزر جائیگا۔ اور اس کا مذہب ایک خوبصورت عورت کی شکل میں متشکل ہو کر اسکا استقبال کریگا۔ اور وہ دونوں جنت میں خوش و خرمی سے اکٹھے رہینگے۔ اور جس شخص کی بدیاں نیکیوں سے بڑھ جائینگی۔ اسکے لئے وہ پُل اُسترے کی دھار سے بھی زیادہ باریک اور تیز ہو جائیگا۔ اور بدکار اس کے درمیان پہنچکر سر کے بل نیچے جلتے دوزخ میں گریگا جسکی روح کی نیکیاں اور بدیاں یکساں ہونگی۔ تو وہ زندگی کے ایک درمیانے درجہ میں جس کا نام ہمستکان ہے۔ رہیگا یہانتک کہ بڑے فیصلہ کا دن آئیگا۔ اس کے متعلق اہورا مزدا فیصلہ کریگا۔ ان کا ایمان ہے کہ صرف زرتشتی ہی بخشا جائیگا۔ اور نجات اور جنت اسی کے حصہ میں ہے۔ وینداد ۱۹ فوردہ اوستا ۱۶۔ اور دینداد ۱۹ میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ایک کتا پاک روح کی رہنمائی پل پر کریگا۔

طریق عبادت عبادت کے طریق پارسیوں میں کئی ہیں۔ بعض تو سورج کی طرف منہ کر کے بعض سمندر کی طرف بعض چاند کی طرف اور بعض آگ کی طرف چند دعائیں پڑھتے ہیں لیکن اس عرصہ میں کھڑے رہتے ہیں۔ اور بعض اوقات سجدہ بھی کرتے ہیں خصوصیت سے پرانے زمانہ میں آتشکدہ کی عبادت کا بہت زور تھا۔ اب تو چونکہ اکثر بمبئی میں رہتے ہیں اسلئے سمندر پر جا کر اسکی طرف منہ کر کے دعائیں پڑھ آتے ہیں۔

پارسی مذہب کی تعلیم پارسی مذہب کی بنیاد ایک سو مسائل پر ہے جن میں سے ہم چیدہ چیدہ بطور نمونہ کے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

۱۔ اصل الاصول تعلیم یہ ہے کہ عقاید اور خیالات پاک ہوں۔ اعمال پاک ہوں۔

۲۔ اہورا مزدا کی عبادت اور تعظیم کرنا۔ اعتقاد بر نبوت زردشت۔ ایمان بر جنت و دوزخ

۳۔ حاکموں کی اطاعت۔ اور مال کا دسواں حصہ دینا

۴۔ تھوڑے گناہ کو بہت جان کر اس سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر پلکوں کے برابر نیکی گناہ سے زیادہ ہوگی۔ تو انسان بہشت میں جائیگا۔ ورنہ نہیں۔

۵۔ خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہونا چاہیئے۔ ہمیشہ توبہ کرتے رہو

۶۔ لواطت سے پرہیز نہ لڑکوں سے نہ عورتوں سے۔ اگر کسی کو اس کام میں دیکھو تو دونوں کو ہلاک کر دو۔

۷۔ مرد و عورت اپنی کمر پر ایک زنار باندھیں۔ اور اُسے چار گرہ دیں۔ اس بات کی کہ خدا ایک ہے۔ دوسری یہ کہ دین حق ہے سوئم یہ کہ زرتشت فرستادہ خدا ہے۔ چہارم یہ کہ طاقت بھر نیکی کرونگا۔

۸۔ ماں اور باپ اور دوسری قریبیوں سے نیکی کریں۔ والدین کی جان کو خوش رکھیں اور انکے لیئے دعا کرنی چاہیئے۔ اور دن میں تین بار سورج کی عبادت اور تعظیم کرنی چاہیئے۔ اور چاند کی ہر مہینے میں تعظیم شروع اور درمیان اور آخر میں۔

۹۔ آگ کو روشن رکھیں اور پلید چیز اس میں نہ جلائیں۔

۱۰۔ حاملہ عورت کے گھر میں ہمیشہ آگ جلتی رہے۔ اور جب بچہ پیدا ہو تو تین دن تک چراغ روشن رہنا چاہیئے گل نہ ہو۔

۱۱۔ جو بات پسند آئے اسپر خدا کا نام لینا چاہیئے۔

۱۲۔ درویش مسکین کیساتھ نیکی کرے۔ اور نجادنگوئی بھی کرے۔ یعنی آتشکدہ کی نظر اور مستحقوں کو صدقہ دے

۱۳۔ لڑکے اور لڑکی کی شادی جلد کرنی چاہیئے جس کے لڑکا کوئی نہ ہوگا۔ وہ پلصراط سے نہ گزر سکیگا۔ اور اگر نہ ہو تو متبنّے بنائے۔

۱۴۔ روزہ سوائے گناہوں سے بچنے کے لیئے اور کسی چیز کا نام نہیں۔ تمام سال روزہ رکھو نہ یہ کہ صبح سے شام تک بھوکے رہو اور اس کا نام روزہ رکھو۔

۱۵۔ جب کسی دیندار یا بیدین سے عہد کرو تو اُسے پورا کرو اور توڑو نہیں۔

۱۶۔ حائضہ عورت آسمان۔ ستاروں آگ اور جاری پانی اور بہشتی آدمی کی طرف نہ دیکھے اور مسی کے برتن سے پانی پیئے۔ ہاتھ پر آستین لپیٹے۔ اور سر پر اوڑھنی باندھے۔

خصوصیات مذہب اس مذہب میں عجیب خصوصیت مُردوں سے سلوک ہے مختلف قوموں میں مختلف طریق مردوں کو ٹھکانے لگانیکے ہیں۔ لیکن ان کا سب سے نرالا ہے۔ پارسی مُردہ جہاں دفن کیا جاتا ہے

وہ ایک گول عمارت قلعہ کی مانند بنی ہوئی ہوتی ہے۔ اُس کے اندر پُجاریوں کے مکانات بنے ہوئے ہوتے ہیں اور جو لوگ اُس کے اندر پُجاری ہوں۔ انہیں باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اندر ہی انکے لیئے کھانا چلا جاتا ہے اس قلعہ کے اندر پھر ایک چکّر بنا ہُوا ہوتا ہے جس میں تین چکّر بنے ہوئے ہوتے ہیں جو کہ مردوں عورتوں اور بچّوں کے لیے ہیں۔ ہر ایک مُردہ اپنی جنس کی سڑک پر لیجاکر رکھدیا جاتا ہے۔ وہاں اسے رکھکر لوگ واپس آ جاتے ہیں۔ اور چیلیں جو وہاں بہت کثرت سے رہتی ہیں (بعض جگہ کتوں کے آگے ڈال دیتے ہیں) مردہ پر آپڑتی ہیں۔ اور ایکدم میں سب گوشت کھا جاتی ہیں۔ ہڈیاں نیچے کے خانے میں پھینک دی جاتی ہیں۔ جہاں سے ایک بانی کی رو سے وہ ہمیشہ کے لیئے صاف کر دیجاتی ہیں

صادقوں کی روشنی

یہ کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب ایدہ الودود نے لکھی ہے۔ کتاب ہر ایک پہلو سے مکمل اور ہر اعتراض کا کافی ووافی مفصّل و مدلّل جواب ہے۔ ہر احمدی کے پاس اسکا ایک نسخہ ہونا چاہیئے۔ ثناء اللہ عبد الحکیم زلزلہ عمر وغیرہ اعتراضات جو آپ پر کیئے گئے تھے۔ ان سب کا قلع قمع کر دیا ہے ۱۴۴ صفحہ پر یہ مضمون ہے پھر حضرت مسیح موعود کی الوصیت بھی تمام و کمال بطور ضمیمہ درج ہے۔ نہایت عمدہ چکنے کاغذ پر خوشخط یہ کتاب چھپوائی گئی ہے۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف ۴ر ہے چند ایک جلدیں باقی ہیں اسلئے جس قدر ممکن ہو منگوائی جائے۔ بعد میں یہ کتاب غالباً نہ مل سکیگی۔ اور طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔

تشحیذ الاذہان کے پچھلے فائیل

تشحیذ الاذہان کے مضامین کچھ ایسے تو ہوتے نہیں۔ کہ صرف وقتی بہار رکھتے ہوں۔ اسلئے اسکی پچھلی جلدیں اپنے اندر بہت سے معارف و حقایق و دلاویز مضمونوں اور دلپسند تحریروں کا خزینہ رکھتی ہیں۔ ہمارے پاس ۱۹۰۷ء و ۱۹۰۸ء و ۱۹۱۰ء و ۱۹۱۱ء کے مکمل فائیل موجود ہیں۔ دو روپے عارفی سال کے حساب سے احباب منگوا سکتے ہیں

البرق

مرزا عابد علی بیگ کی کتاب الفرق پر ایک تنقیدانہ نظر ہے۔ یہ حکیم مقصود علیخان مشنری آف اسلام نے کی ہے جسمیں شیعہ کے بعض اعتراضوں کا جواب ہے جو وہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات پر کرتے ہیں قیمت ۲ر دو آنہ فی جلد کے حساب سے احباب منگوا سکتے ہیں۔ دفتر تشحیذ قادیان

1911ء

ستیارتھ پرکاش پر ایک مختصر ریویو

اعتراض نمبر سوم۔ ا۔ اس کے بعد پنڈت صاحب نے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پر اعتراض کیا ہے کہ کیا خدا صرف کسی خاص دن انصاف کریگا۔ اور باقی دنوں میں انصاف نہیں کرتا۔

یہ اعتراض ایسا بیہودہ اور عقل سے دور ہے کہ جہانتک غور کرتا ہوں۔ سوائے حیرت کے از دیاد علم میں اور کچھہ ترقی نہیں ہوتی۔ نہ معلوم پنڈت صاحب اسوقت کسی خاص فکر میں تھے۔ کہ سوال کرتے وقت اسقدر بھی نہیں سوچ سکے۔ کہ یہ اعتراض جو میں کر رہا ہوں۔ اس کے معنی ہی کیا ہوئے۔ اگر کوئی شخص آریوں کی ایجاد کردہ طرز پر اس اعتراض کا جواب دیتا۔ تو آریوں کو ہوش آجاتی لیکن ہم دامن شرافت کو ہاتھ سے نہیں دیسکتے۔ اور نہیں چاہتے۔ کہ آریہ مہاشوں کی انصاف پسندی کا پردہ چاک کرتے ہوئے اپنی تحریر کو ہی خراب کریں۔ اسلئے اس آیت کے معنی کر کے انصاف خود ناظرین پر ہی چھوڑتے ہیں کہ وہ کیا بات تھی جسنے پنڈت صاحب کو اس اعتراض کی طرف متوجہ کیا۔

تاویل اوّل۔ اول تاویل (مطلب) تو اس آیت کی یہی کہ یوم الدین کے معنی ہیں۔ قیامت کا دن چنانچہ اسلامی اصطلاح کے رُو سے یوم الدین سے مراد وہی دن ہے۔ کہ جب تمام بنی نوع انسان اللہ پاک کے سامنے اپنے اعمال کے جوابدہ ہونگے۔ اور ہر ایک شخص جو کچھہ اس دنیا میں کر چکا ہو اس کا بدلہ پائیگا۔ اور جو شخص کہ اس دار الاعمال میں بدکام کرتا رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دور رہکر طرح طرح کی بدیوں میں مُبتلا رہا ہے۔ اور اس مالک حقیقی کی رضا کی راہوں سے بے راہ ہو گیا ہے۔ وہ عذاب شدید میں مُبتلا کیا جائیگا۔ اور جس نے اپنے بد ارادوں اور گندی خواہشات اور ہوائے نفس اور نامناسب جوشوں پر فتح پاکر نیکی کا راہ اختیار کیا ہے اپنے اعمال کو رضاء الٰہی کے ماتحت کر کے اپنے نفس کو درمیان سے بالکل ہٹا دیا ہے۔ وہ بڑے بڑے انعامات کا مستحق ہوگا۔ اور اپنے اعمال کے مطابق نیک سے نیک

بدلے پائیگا۔ اُس وقت کا نام اللہ تعالیٰ نے یوم الدّین رکھا ہے۔ پس اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اُس دن کا پورا مالک ہوگا۔ اور جیسے اس دُنیا میں بعض بعض کی مدد کرتے ہیں۔ اور ایکدوسری کی نصرت پر قادر ہیں اور بعض حاکم ہیں اور بعض ماتحت بعض آقا ہیں۔ اور بعض غلام بعض فرمانروا ہیں اور بعض فرمانبردار بعض قاضی ہیں اور بعض ملزم۔ اس دن ایسا نہ ہوگا۔ بلکہ سب لوگ خدا کے روبرو پیش ہونگے۔ اور کسی کو کسی پر فضیلت نہ ہوگی۔ مگر جس کو خدا فضیلت دے۔ یہ تمام دنیاوی حکومتیں اور سلطنتیں معطّل ہونگی اور اس جہان کی کل افسریاں اور قبضے باطل ہونگے۔ بلکہ سب کو یکساں اس فیصلہ کے انتظار میں کھڑا ہونا ہوگا۔ جو زمین و آسمان کا خدا بےنظیر عدل اور بےمثال رحم کیساتھ کریگا۔ اب بتایئے ان معنوں کے رُو سے کونسا الزام ہے۔ جو قرآن شریف پر آتا ہے۔ اور کن الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی دن انصاف کریگا۔ اور باقی ظلم ہی کرتا رہتا ہے۔ اس آیت سے تو صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن سب لوگوں کو اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ اور خدا کے حضور میں اپنی بدکرداریوں یا نیکیوں کا حساب صاف کرنا پڑیگا۔ پھر کیا آریہ اس بات کے قایل نہیں ہیں؟ وہ بھی تو مانتے ہیں کہ تمام روحیں مرنیکے بعد دُکھ یا سُکھ میں پڑتی ہیں۔ تو کیا اس عقیدہ کو مان کر یہ لازم آتا ہے۔ کہ اس زندگی میں خدا ظلم کر رہا ہے۔

تاویل ثانی۔ دوسری دلیل اس آیت کی یہ ہے کہ یوم کے معنے عربی زبان میں مطلق وقت کے ہیں۔ اور زمانہ بھی اس سے مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ لسان العرب جلد ۱۶ صفحات ۱۳۷ و ۱۳۸ پر یوم کے یہ معنی لکھے ہیں وقدیراد بالیوم الوقت مطلقاً۔ یعنی یوم کے معنی عربی زبان میں صرف وقت کے بھی لئے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح لکھا ہے کہ یوماہ یوم نعم و یوم بوس فالیوم ھٰھنا بمعنی الدھر ص۱۳۷ یعنی عربی زبان میں کہتے ہیں۔ اسکے دونوں دن نعمتوں کا دن اور تنگیوں کا دن ہیں۔ پس اسجگہ دن سے مراد زمانہ ہے۔ انتہیٰ۔ پس اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ یوم کے معنی عربی زبان میں زمانہ اور مطلق وقت کے بھی ہیں۔

اسی طرح دین کے معنی جزا و سزا کے بھی آتے ہیں چنانچہ لسان العرب کی جلد ۱۷ میں

لکھا ہے۔ الدّین الجزاء والمکافات ودنتہٗ بفعلہ دینا جزیتہ ۔ ۔ ۔ ۔ ویوم الدّین یوم الجزاء وفی المثل کما تدین تدان ای کما تجازی تجازیٰ ای تجازی بفعلک قال خویلد ابن نوفل الکلابی للحرث ابن ابی شمر الغسانی وکان اغتصبہ ابنتہ۔

یاحار ایقن ان ملکک زائل
واعلم بان کما تدین تدان

اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ دین کے معنی جزاء اور مکافات کے بھی ہوتے ہیں اور عربی میں بولتے ہیں دنتہ بفعلہ دیناً یعنی میں نے اُسکے کام کا پورا بدلہ دیا۔ اور یوم الدّین یوم الجزاء کو کہتے ہیں۔ اور مثال ہے کہ جیسا کریگا۔ ویسا بدلہ پائیگا۔ چنانچہ خویلد ابن نوفل کلابی نے حارث ابن ابی شمر الغسانی کی حق میں جسنے اس کی لڑکی چھین لی تھی یہ شعر کہا (ترجمہ شعر) اے حارث یقین رکھہ۔ کہ تیرا ملک زائل ہونے والا ہے۔ اور جان لے۔ کہ تو جیسا کرتا ہے ویسا پائیگا (انتہی ترجمہ عبارت عربی) اسی طرح قرآن شریف میں ہے۔ انا لمدینون۔ یعنی ہم جزا دیئے جائینگے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام ہے دیّان یعنی جزا دینے والا۔

پس جب کہ یوم کے معنی مطلق وقت اور زمانہ کے ہیں اور دین کے معنی مطلق جزا کے خواہ کسیوقت ہو۔ تو اس آیت کے یہ معنی ہونگے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے۔ اس تمام زمانہ کا جس میں کہ بد اپنی شرارت کی سزا پاتا ہے۔ اور نیک اپنی نیکی کا انعام پس ان معنوں کی رُو سے اجگہ اس آیت سے اللہ تعم اپنے بندوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ یہ مت خیال کرو۔ کہ اعمال کا بدلہ جو کچھہ اس دنیا میں مل رہا ہے۔ یا آیندہ زمانہ میں ملیگا۔ وہ کسی اور ہستی کے اختیار میں بھی ہے۔ بلکہ کل بدلے اور جزائیں میری ہی طرف سے آتی ہیں خواہ کسی زمانہ میں ہوں۔ اور میں ہی اُن کا مالک ہوں۔ میرے سوا کوئی اور نہیں۔ جو حقیقی جزا یا سزا دے۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ تم لوگ نیک کام کرو۔ اور بدیوں سے بچو۔ کیونکہ جزا دینے والا میں ہی ہوں یہ مت خیال کرنا کہ تم نیک کام کروگے۔ تو شاید وہ ضایع جائیں۔ اور ان کا بدلہ بد نکلے۔ اور برے کام کروگے تو شاید اس کا نیک بدلہ پالو۔ بلکہ ہر زمانہ میں بدلہ دینے والا میں مالک خدا ہوں۔ جو شریر کو سزا دیتا۔ اور نیک کو جزا دیتا ہوں۔ اور کوئی اندھا دھند کا رخانہ نہیں ہے۔ چنانچہ ایک شاعر نے اسی مفہوم کو ادا کیا ہے

کرے

از مکافات عمل غافل مشو ؛
گندم از گندم بروید جو ز جو ؛

پس ان معنوں کے رُو سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت انصاف میں لگا ہوا ہے۔ اور کوئی ایسا وقت نہیں۔ کہ اس کے انصاف سے باہر ہو۔ اور لوگو نکو انکے اعمال کی الٹی جزا ملے۔ بلکہ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا ٹھیک ٹھیک بدلہ پا رہا ہے۔ اور اسکی ملکیت سے ایکدم کے لیے باہر نہیں۔ پس وہ کونسی بات تھی جس سے پنڈت صاحب نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ خدا تعالیٰ ایک ہی دن انصاف کریگا۔ اور باقی ظلم کر رہا ہے۔

تاویل ثالث۔ تیسری تاویل اس آیت کی یہ ہے۔ کہ یوم کے معنی ہیں ایّام جیسا کہ عربی زبان کے محاورات سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ لسان العرب جلد ۱۶ میں لفظ یوم کے ماتحت یہ معنی بھی درج ہیں۔ اور صاحب لسان قرآن شریف کی آیت اسس علے التقویٰ من اوّل یوم کو مثال میں پیش کرتا ہے۔ اور اسجگہ یوم کے معنی ایّام کرتا ہے اور لکھتا ہے۔ کہ من اول یوم ای من اول الایام کما تقول لقیت کل رجل ترید کل رجال یعنی من اول یوم کے معنی ہیں۔ من اول الایّام۔ جیسا کہ کہتے ہیں لقیت کل رجل (ملا میں کل آدمی کو) یعنی لقیت کل رجال (ملا میں کل آدمیوں کو)

اسی طرح دین کے معنی مذہب یا اطاعت یا عبادت کے ہیں۔ چنانچہ عربی زبان میں مذہب کو دین ہی کہتے ہیں۔ اور خود قرآن شریف میں دوسری جگہ یہ لفظ ان معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ آج میں نے تمہارا مذہب کامل کر دیا۔ اسی طرح فرماتا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ ولو کرہ المشرکون ترجمہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا ہدایت اور سچے مذہب کے ساتھ تاکہ اس ہدایت اور سچائی کیساتھ اس مذہب کو تمام دوسرے ادیان پر غالب کرے۔ گو کہ اس غلبہ کو مشرک لوگ ناپسند ہی کریں۔ اسی طرح لغت میں لکھا ہے۔ الدین الاطاعۃ دین کے معنی ہیں اطاعت۔ قال عمر ابن کلثوم

وایام لنا غرّ کرام ؛ عصینا الملک فیھا ان ندینا ؛

ترجمہ۔ اور ہماری واقعات ایسے سفید اور بے عیب بھی ہیں۔ کہ جب ہم نے بادشاہ کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ والدین للہ من ھذا انما ھو طاعۃ والتعبد لہٗ۔ اور دین جو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ وہ بھی اسی معنی سے نکلا ہے۔ . . . . کیونکہ وہ بھی اطاعت الٰہی اور اسی کی عبادت کا ہی نام ہے۔ لسان العرب جلد ۱۷ و تاج العروس جلد ۸

ان معنی کے لحاظ سے اس آیت کے یہ معنی ہونگے۔ کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ مذہب کے ایام کا یعنی جب اسکی طرف سے کوئی سچا مذہب آتا ہے۔ تو اسوقت وہ مالکانہ حیثیت کا جلوہ دکھاتا ہے۔ اور گو اور دنوں میں سچے اور جھوٹے دینوں میں کچھ ایسا فرق نظر آئے یا نہ آئے۔ لیکن جب اسکی طرف سے کوئی نبی مبعوث ہو کر دنیا کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔ اور سچائی کا راستہ دکھاتا ہے۔ اور بے راہوں کو راہ پر لانیکی کوشش کرتا ہے۔ تو اسوقت اپنا مالکانہ اقتدار دکھاتا ہے۔ اور شریر و سرکش کو ایسی سخت سزا دیتا ہے۔ کہ دنیا پکار اٹھتی ہے۔ کہ واقعی اس دنیا کا مالک خدا ہے۔ اور کوئی اس کے دست تصرف سے باہر نہیں چنانچہ اس جگہ یہ معنی بھی نہایت مناسب ہیں کیونکہ رسول اللہ کی بعثت پر سارے عرب نے مخالفت کی اور طرح طرح سے آپ کو دکھ دیا گیا۔ اور ظالمانہ پیرایوں سے آپکے اتباع کو آپ سے پھیرنا چاہا۔ اور جن لوگوں نے سچائی کے ترک کرنیسے انکار کیا۔ وہ قتل کئے گئے دکھ دیے گئے اور جلاوطن کیے گئے۔ اسلیئے اللہ تعالیٰ نے مخالفین رسول اللہ کو فرمایا کہ یاد رکھو۔ کہ جب کسی دین کو بھیجتا ہوں۔ تو اس کی تائید کیلئے مالکانہ اقتدار بھی دکھاتا ہوں۔ اور جس طرح ایک شخص کے ملازم جب شرارتوں سے باز نہیں آتے۔ اور ضد اور ہٹ سے نہیں رُکتے۔ تو وہ انہیں سزا دیتا۔ اور اپنے کام سے برطرف کر دیتا ہے۔ اسی طرح میں بھی اب تم لوگوں کو عذاب میں مُبتلا کر دونگا۔ اور تمہارا نام مٹا دونگا۔ کہ ان دنوں میں مینے صفت مالکیت کو خاص طور سے ظاہر کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے ماتحت رسول اللہ کے دشمن ہمیشہ ہلاک ہوئے۔ اور اب تک ہوتے چلے آتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی پنڈت لیکھرام اسی پیشگوئی کے ماتحت خدا کے غضب کا مورد ہوا۔ اور خدا کی کھینچی ہوئی تلوار نے اسکے ٹکڑے اڑا دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مالکانہ اقتدار دکھایا۔ کہ آریہ آج تک محوِ حیرت

ہیں۔ اسی طرح مسیحی صاحبان بھی اور غیر احمدی مولوی بھی اس تجلّی سے بےخبر نہیں ہیں پس ایسی سچی اور غالب ہونے والی پیشگوئی کا انکار کون کرسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ داعیِ دین کے ایام کا مالک ہے۔ اور اسکی زبردست تجلیوں نے ابتدائے عالم سے رسول اللہ تک اس کا ثبوت دیا ہے۔ اور آپ کی بعثت سے بعد تو یہ معاملہ ایسا بیّن ہوگیا ہے کہ کوئی اندھا ہی اس سے انکار کرے تو کرے۔ اس زمانہ میں بھی ایک شخص نے تجدید دین کا دعویٰ کیا۔ پھر کیا کوئی ایسا انسان نکلا جس نے اُس کی مخالفت کرکے کچھ فائدہ اٹھایا ہو جس نے جس رنگ میں مقابلہ کیا۔ ذلیل و خوار ہوا۔ اور خدا نے اسکے ہاتھ پر اپنی مالکانہ قدرت کا وہ نظارہ دکھایا۔ کہ صاحب بصیرت لوگوں کو یوں معلوم ہوا۔ کہ گویا یہ آیت آجکل کے زمانہ کے متعلق ہی اُتری تھی لیکن درحقیقت آدم سے لیکر آجتک اس آیت کا ظہور ہے اور نہ معلوم پنڈت دیانند صاحب کو کہاں سے خیال پیدا ہوا۔ کہ اس آیت سے یہ نکلتا ہے۔ کہ خدا ایک دن انصاف کریگا۔

اس جگہ میں یہ لکھدینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ کوئی شخص یہ نہ سمجھے۔ کہ ان تینوں معنوں میں سے جو اوپر لکھے گئے۔ ایک ہی معنی درست ہیں۔ بلکہ تینوں کے تینوں معانی جو اوپر لکھے گئے بالکل درست ہیں۔ اور ایکدوسرے کے مخالف نہیں ہیں۔ اور جس کے دل میں ذرہ بھر بھی سچائی کی قدر ہو۔ وہ ان تینوں میں سے ایک کا بھی انکار نہیں کرسکتا۔

اعتراض ۴ (ب) پنڈت دیانند اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پر اعتراض کرتے ہیں کہ کیا اس دعا سے یہ نہیں معلوم ہوتا۔ کہ بُرائی کا بھی سیدھا راستہ طلب کیا جائے۔

جواب اوّل۔ یہ اعتراض صرف عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ورنہ لفظ مستقیم شرارت اور گناہ پر بولا ہی نہیں جاتا۔ بلکہ ہمیشہ اسکا مفہوم نیک اور اعلیٰ ہوتا ہے اور گندہ راستوں اور طریقوں کو صراط مستقیم نہیں کہتے۔ مستقیم کا لفظ قیام سے باب استفعال کا صیغہ ہے۔ اور قیام کے معنی علاوہ معتدل کے حفاظت اور اصلاح کے بھی ہیں چنانچہ صاحب لسان العرب جلد ۱۵ میں لکھتے ہیں بمعنی المحافظة والاصلاح ومنه قوله تعالٰے

الرجالون قوامون علی النساء یعنی قیام کے معنی محافظت اور اصلاح کے ہوتے ہیں اور انہیں معنوں میں یہ لفظ آیت شریفہ الرجالون قوامون علی النساء میں مستعمل ہوا ہے۔ یعنی مردوں کا فرض ہے۔ کہ وہ عورتوں کے محافظ ہوں۔ اور ان کی اصلاح میں لگے رہیں۔ پس صراط مستقیم تو ہمیشہ وہی راستہ ہوگا جو نیکی اور اصلاح کا ہو۔ گناہ کے راستہ کو صراط مستقیم کبھی نہیں کہینگے اور یہ بات تو میں دیکھتا ہوں کہ قریبًا کل زبانوں میں پائی جاتی ہے۔ اردو میں بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تجھے سیدھا راستہ دکھائے۔ پھر اگر مستقیم کے معنے صرف سیدھا بھی کریں تو اسپر کیا اعتراض ہو سکتا ہے کل بدیاں اور شرارتیں تب ہی پیدا ہوتی ہیں۔ کہ جب انسان طریق حق سے اِدھر اُدھر ہو جائے۔ اسلئے سیدھا راستہ یا صراط مستقیم ہمیشہ نیک معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور عربی زبان خصوصًا صراط مستقیم نیک اور پاک طریق کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے اور اس آیت پر پنڈت صاحب کے اعتراض نے بجائے اسلام میں کسی قسم کا نقص نکالنے کے اُلٹی پنڈت صاحب کی بیہودہ دری کی ہے۔ اور ان کی حق پرستی اور ضد سے پرہیز کرنے پر ایک مہر لگادی ہے۔

جواب دُوم۔ پنڈت صاحب تو اسوقت نمعلوم کن کن جونوں کے چکر میں آئے ہوئے ہونگے اور کن کن آفتوں میں مبتلا ہو کر اپنے کئے کا بدلہ پا رہے ہونگے لیکن انکے پیرو اور جاں نثار آریہ شاید یہ کہیں۔ کہ پنڈت صاحب تو عربی زبان بالکل نہ جانتے تھے۔ اور سوائے ایک فرسودہ اور ناکارہ زبان ہندی بھاشہ کے اور کسی زبان سے انکو واقفیت نہ تھی۔ اور علم بھی کچھ ایسا نہ تھا۔ ہاں حق کی طلب تھی۔ اور اسلیئے عمر بھر قوم کی بہتری کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہے۔ پھر ایسے شخص نے اگر حق کی تحقیق میں کبھی اس قسم کی غلطی کی بھی تو اس پر اعتراض کرنا حد درجہ کی سختی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص دوسرے مذاہب کے اصولوں سے ناواقف ہو وہ اول تو اعتراض کرے ہی نہیں اگر کرے بھی تو چاہیئے۔ کہ اسوقت کے عالم اور فاضل لوگوں سے اس مسئلہ کو اچھی طرح دریافت کرے۔ پنڈت صاحب ہندوستان کے رہنے والے تھے اور اس ملک میں انکے وقت میں عربی دانوں کی کچھ کمی نہ تھی۔ مولوی محمد قاسم صاحب کئی دفعہ انکو مقابلہ میں

شکست دے چکے تھے۔ پھر عربی زبان کے متعلق اگر وہ کسی واقفکار آدمی سے دریافت کر لیتے تو انکی حق پسندی ثابت ہوتی۔ اب اس صورت میں کوئی انہیں کیا کہہ سکتا ہے۔ اور پھر اگر ایک دو جگہ غلطی ہوتی۔ تو بات بھی تھی۔ یہاں تو ساری ستیارتھ پرکاش اس قسم کی غلطیوں اور کمزوریوں سے بھری ہے۔ پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کہ انکو حق کی تلاش تھی۔ انہوں نے جو غیر مذہب پر اعتراض کیئے ہیں۔ ان سے تو انکا اندرونہ بہت بھیانک نظر آتا ہے۔

چنانچہ اس کا ثبوت ایک تو اس مضمون پر میرے سب پچھلے آرٹیکل ہیں۔ اور ایک یہ موجودہ اعتراض بھی کچھ کم روشنی نہیں دیتا۔ کیونکہ ہم انکی اپنی تحریر سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ پنڈت صاحب نے جو صراط مستقیم پر اعتراض کیا ہے۔ یہ عربی زبان سے لاعلمی کی وجہ سے نہیں بلکہ جان بوجھکر حق سے بے راہ کرنیکے لئے تھا۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ یہ میرا اعتراض حقیقت سے دور ہی کیونکہ اسی صفحہ میں "صرف تین سطروں کے بعد وہ اس آیت سے اگلی آیت کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں۔ کہ راہ ان لوگوں کی جن پر فضل کیا تو نے۔ انکا راہ مت دکھا۔ کہ جن پر تو نے غصّہ کیا اور نہ گمراہوں کا راستہ دکھا" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوب جانتے تھے۔ کہ صراط مستقیم کے کیا معنی ہیں کیونکہ وہ خود لکھتے ہیں کہ اور نہ گمراہوں کا راستہ دکھا۔ پھر جب گمراہی کے راستہ سے بچنے کے لئے دعا کی گئی ہے تو یہ کہنا کہ صراط مستقیم کے طلب کرنیسے یہ مطلب بھی نکل سکتا ہے۔ کہ بدیوں کا راستہ تلاش کیا جائے۔ کیسی قابلِ شرم حرکت ہے۔ اگر وہ لفظ مستقیم کے صحیح معنی نہ جانتے تھے۔ تو غیر المغضوب علیہم ولا الضّالین کے معنے تو خود انھوں نے لکھے ہیں۔ اس سے سمجھ سکتے تھے۔ اور جب کہ وہ عبارت صرف تین سطروں کے فاصلہ سے درج ہے۔ تو ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ کہ پنڈت صاحب سے بھول ہوگئی۔ اگر ایک آیت ابتدائے قرآن میں ہوتی۔ اور ایک کہیں دور جا کر آتی۔ تو بات بھی تھی۔ لیکن ایک ہی صفحہ پر دونوں آیات ہیں۔ اور انکا ترجمہ خود پنڈت دیانند لکھتے ہیں۔ اور پھر ان پر اعتراض کرتے ہیں۔ کیا یہ آثار حق طلبی کے ہیں۔ کیا ایسے شخص کو محقق کہا جا سکتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم اسبات کا دعویٰ نہ کریں کہ پنڈت صاحب نے محض جہلا کی آنکھوں

میں خاک جھونکنے کو اپنی کتاب میں اس قسم کے اعتراض بھر دیے ہیں۔

اعتراض ۳۔ (ج) تیسرا اعتراض۔ اسی آیت پر یہ کیا گیا ہے۔ کہ صراط مستقیم کے دکھانیکی جو درخواست کیگئی ہے۔ تو یہ صرف اسلام ہے۔ یا دیگر مذاہب بھی اس میں شامل ہیں۔ اگر شامل ہیں تو پھر اسلام میں کیا خصوصیت ہے۔ اور پھر مسلمان دوسروں کی اچھی باتیں کیوں نہیں مانتے۔

جواب۔ صراط مستقیم میں اللہ تعالیٰ نے کوئی شرط نہیں لگائی۔ کہ وہ راستہ اسلام کا ہو یا کسی اور مذہب کا۔ اور نہ اس سورۃ میں اسلام کا نام آیا ہے۔ یہ تو ایسی دعا ہے۔ کہ اس سے بڑھکر کامل دعا بنانی ناممکن ہے۔ اور نہ کوئی اس کی مثل لا سکتا ہے۔ اور خود یہ دعا ہی قرآن شریف کے الہامی ہونے پر کافی شہادت ہے۔ آریہ صاحبان بھی اس بات کے تو قائل ہیں۔ کہ کوشش کرنا اور پھر ساتھ دعا کرنا مفید ہوتا ہے۔ پس جب انسان مذاہب کی تحقیقات کے وقت ساتھ ساتھ اس دعا کا استعمال بھی رکھے۔ تو یقین ہے۔ کہ اسے ہدایت کا راستہ دکھایا جاوے۔ اس دعا میں صرف یہ بیان ہے۔ کہ الٰہی جو راستہ تیری طرف جاتا ہے۔ وہ مجھے دکھاوے۔ اور جو راستہ تجھ سے دور ہو۔ اس سے مجھے بچالے۔ اب اسکے بعد اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ کہ وہ اس طالب کو اگر اس کی دعا اپنی حد کو پہنچ گئی ہے تو سیدھے اور صاف راستہ کی ہدایت کرے۔ جس کی نسبت ہم مسلمانوں کا یہ یقین ہے۔ کہ وہ اسلام کا ہی راستہ ہے۔ اور اس ہمارے دعوے پر اس قدر ثبوت ہیں۔ کہ انکا یکجا جمع کر دینا انسانی کام نہیں۔ ہاں مختلف زمانوں میں مختلف لوگوں نے قرآن شریف سے اقتباس کر کے ایک کثیر تعداد کتابوں کی شائع کی ہے۔ جس میں بعض بعض دلایل اسلام کے حق ہونیکی بیان کی ہیں جن سے طالب حق فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور آیندہ پنڈت صاحب کے کسی سوال کے ماتحت اسلام کی سچائی کے ثبوت بھی مانگے گئے تو مجملاً میں بھی چند ثبوت پیش کر دونگا۔

پنڈت صاحب کے اعتراض کی دوسری شق یہ ہے۔ کہ کیا غیر مذاہب میں سچائیاں نہیں ہیں اور وہ سیدھے راستے نہیں ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اسلام نے ہمکو یہ تعلیم دی ہے کہ کوئی چیز بیفائدہ پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ ہر ایک چیز اپنے اپنے رنگ میں کچھ فائدہ ضرور رکھتی ہے۔ ہاں فوائد میں

کثرت وقلت کے لحاظ سے تفاوت ضرور ہے۔ اور اشیاء عالم چار قسم پر منقسم ہیں۔ ایک تو وہ اشیاء جن میں فائدہ قلیل اور نقصان کثیر ہوتا ہے۔ دوسرے وہ ہیں جن میں نفع وضرر دونوں برابر ہوتے ہیں تیسرے وہ ہیں جن میں خیر زیادہ اور شر کم ہوتا ہے۔ اور چوتھی وہ ہیں۔ کہ جو کلی طور مبارک وہدایت پر ہی مشتمل ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف چوتھی قسم میں سے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ابتدائے قرآن میں ہی فرماتا ہے۔ کہ ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ۔ یعنی یہ ایک ایسی کتاب ہے۔ کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کو حقیقی دکھ میں ڈالدے۔ اور تعلق باللہ کو قطع کردے۔ چنانچہ تیرہ سو سال کے تجربہ نے اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے سے کوئی شخص دکھ میں نہیں پڑتا۔ اور کبھی نہیں ہوا۔ کہ کسی شخص نے قرآن شریف کی تعلیم پر پورے طور سے عمل کیا ہو۔ اور دکھ اٹھایا ہو۔ بلکہ اسے چھوڑ کر ہی دکھ اور درد نصیب ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے جب سے اس تعلیم کو چھوڑ دیا ہے۔ دکھوں اور مصیبتوں میں پڑ گئے ہیں۔ اور روز بروز ذلت وادبار انکے ہمنشین ہو رہے ہیں۔ اور عزت واقبال ان سے اس طرح بھاگتے ہیں۔ کہ جس طرح بدبو سے لطافت پسند قوت شامہ یا بدصورت سے حسن طلب نگاہیں۔ غرضیکہ قرآن شریف کے کسی حکم کے ماننے پر انسان تباہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسکے ترک پر لیکن اس پر بس نہیں۔ جیسے قرآن شریف کا یہ دعوٰی ہے کہ مجھ میں کوئی ایسا حکم نہیں جو ملزم ہلاکت ہو۔ ایسا ہی یہ دعوٰی ہے کہ ہر قسم کی برکتیں میرے اندر نہاں ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ ایک چیز میں نقصان کچھ نہ ہو لیکن نفع بھی کچھ نہ ہو۔ یا بہت قلیل ہو۔ اور اس طرح وہ چیز کوئی ایسی توجہ کے قابل نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ ھٰذا کتٰبٌ انزلناہ مبارکٌ۔ یعنی قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے۔ کہ جسکو ہمنے اتارا ہے۔ اور مبارک ہے۔ مبارک عربی زبان میں اس کو کہتے ہیں کہ جو سب خوبیوں کی جامع ہو۔ کیونکہ برکہ اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جو نیچی ہو۔ اور جہاں بارش کا سب پانی بہکر آجائے۔ اسی طرح کتاب مبارک وہ ہوئی جس میں کل پہلی کتابوں کی خوبیاں آگئیں۔ اور وہ کل خوبیوں کی جامع ہوگئی۔ پس قرآن شریف کی نسبت تو ہمارا یہ یقین ہے۔ کہ یہ مبارک ہی مبارک ہے۔ اور دوسری کتب کی نسبت ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ کوئی تعجب نہیں کہ اکثر ان میں سے اللہ تعا

کی طرف سے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیرٌ لیکن تغیرات زمانہ میں پڑکر وہ اب محفوظ نہیں رہیں۔ بلکہ بہت سی قسم کی غلطیاں اور نقائص انمیں آگئے ہیں۔ اسلیئے اب وہ قابلِ عمل نہیں رہیں۔ اور اب انکی یہ مثال ہے کہ اثمھن اکبر من نفعھنَّ ط انکے نقصان اور ضرر انکے نفع سے بہت بڑھ گئے ہیں۔ کیونکہ اب ان سے وہ اصل غرض جو الہامی کتاب کا مقصود ہوتی ہے نہیں پیدا ہوتی۔ اور وہ خدا سے تعلق نہیں پیدا کرسکتیں لیکن ہمارا مذہب نہیں۔ کہ ان میں کوئی اچھی بات نہیں۔ انمیں بھی اچھی باتیں ہیں۔ لیکن جو اچھی باتیں ہیں۔ وہ سب اسلام میں آ چکی ہیں۔ اور اسلام ان سے خالی نہیں۔ اسلیئے مسلمان کو ان مذاہب یا ان کتب کے مطالعہ کی اب ضرورت نہیں ہے۔

اس جواب میں پنڈت صاحب کے اعتراض کے دوسرے دو شقوں کا جواب بھی آگیا ہے یعنی اگر دوسرے مذاہب میں بھی سچائیاں ہیں۔ تو مسلمان انکو کیوں قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ باوجود اسکے کہ دوسرے مذاہب میں سچائیاں ہیں۔ اسلام میں یہ خصوصیت ہے کہ یہ کل کا کل خیر ہی خیر ہے۔ اور دوسرے مذاہب میں گو خیر بھی ہے لیکن قلیل اور ضرر زیادہ ہے اور ہم انکی کسی بات کو اسلیئے اختیار نہیں کرتے۔ کہ جو کچھ ان میں خیر ہے۔ وہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ اور جو قرآن شریف میں نہیں ہے وہ خیر ہی نہیں۔ اسلیئے اسکے قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی کو اس بات میں شک ہو۔ تو دنیا کے سب مذاہب کو ہم چیلنج دیتے ہیں۔ کہ اپنے مذاہب میں سے وہ کوئی ایسی خوبی پیش کریں جو ہم قرآن شریف میں سے نہ نکال سکیں۔ اگر وہ ایسا ثابت کردیں تو پھر بیشک قرآن پر غیر کمل ہونیکا اعتراض ہوگا۔ لیکن ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ کوئی مذہب اپنے اندر ایسی بات نہیں بتا سکتا۔ کہ جو واقعی خوبی ہو۔ اور پھر قرآن شریف میں مذکور نہ ہو۔

وی پی ہو چکے تمام بقایا داروں کی خدمت میں وی پی کئے گئے ہیں۔ امید ہے وصول فرماکر مشکور فرمادینگے (۲) ممبران انجمن تشحیذ اپنے فرائض کی تعمیل میں سرگرم ہوں (۳) انصار اللہ تبلیغ سلسلہ احمدیہ میں خصوصیت سے حصہ لیں۔ اللہ انہیں توفیق دے۔

جنگِ ٹرکی و اطالین

مسلمانوں کو بدقسمتی سے آئے دن نئی نئی مشکلات کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ ایک تو وہ دن تھا کہ کل یورپ ترکی سے خائف اور ترساں تھا۔ اور آج بڑی بڑی سلطنتیں تو الگ رہیں۔ چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی اسکا گلا گھوٹنے کے لیئے تیار ہیں۔ اٹلی کی حکومت ابھی پچاس سال سے قایم ہوئی ہے۔ اور یورپ میں درجہ دوم بلکہ سوم کی طاقت سمجھی جاتی ہے۔ اسنے مختلف طاقتوں کو اپنے حدود کے بڑہانے میں مشغول و کوشاں دیکھکر طرابلس پر حملہ کردیا ہے۔ اور عذر یہ ہے کہ ترکوں نے اطالین رعایا کو طرابلس میں زمین خریدنے کی اجازت کیوں نہیں دی۔ یہ ایک ایسا عذر ہے کہ جس کی معقولیت کی کوئی دلیل نہیں۔ جن شرایط پر اطالیہ طرابلس میں زمین خریدنا چاہتا تھا۔ اگر ان شرایط پر ٹرکی حکومت اطالین حکومت کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حصہ پر زمین خریدنے کا ارادہ ظاہر کرے تو اطالین مدبران ضرور اُسے مجنون ہونیکا خطاب دیتے۔ اور کل دنیا کے اخبارات میں اسپر وہ پھبتیاں اڑائی جاتیں۔ کہ شاید ترکوں کو مہذب ممالک میں منہ دکھانا مشکل ہوجاتا۔ وہ شرایط یہ تھیں۔ کہ اطالین آبادی کو طرابلس غرب میں جسقدر زمین چاہیے۔ خریدنیکی اجازت دی جائے اور شرط یہ ہو کہ جو قیمت اب مقرر ہو آیندہ کیلئے ہمیشہ وہی مقرر رہے۔ خواہ طرابلس کی زمینیں کتنی ہی گراں ہوجائیں۔ لیکن اطالین انکو اسی قیمت پر خرید کرسکیں اور اگر یہ نامنظور ہو تو کل طرابلس غرب کا صوبہ ٹھیکہ پر دیدیا جائے اور ٹرکی حکومت لگان لے لیا کرے۔ ان خیالات کی لغویت ہندوستانی زمیندار خوب سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے اسبات کا مشاہدہ کیا ہے کہ وہ زمینیں جو ایک وقت پچاس روپیہ گھماؤں کے حساب سے ملتی تھیں۔ اب بعض جگہ پانسو روپیہ پر بھی دستیاب نہیں ہوسکتیں ترکی گورنمنٹ کے انکار پر اطالین مدبران چراغ پا ہوگئے۔ اور فوراً طرابلس پر حملہ کردیا۔ چونکہ اطالین بحری طاقت ترکی طاقت سے زیادہ ہے اسلیئے ترکوں کے لیئے بہت مشکلات ہیں اسوقت گو اطالین جنگی جہاز طرابلس پر فوج نہیں اتار سکے لیکن ہر وقت یہ خطرہ لگا ہوا ہے۔ طرابلس کا

رقبہ قریباً ایک لاکھ چالیس ہزار مربع میل ہے اور آبادی ساڑھے گیارہ لاکھ ہے جس میں زیادہ تر عرب ہیں۔

اطالیہ کی اس دھینگا دھانگی پر تمام مسلمان آبادی مشتعل ہے۔ اور دنیا کے ہر گوشہ میں اسکے خلاف جوش پیدا ہو رہا ہے۔ برٹش گورنمنٹ کی پوزیشن بھی اسوقت بہت نازک ہے کیونکہ جسقدر مسلمان آبادی اس سلطنت میں ہے اور کسی سلطنت کے ماتحت نہیں ہے تمام کے تمام متفقہ طور سے اسبات کے خواہشمند ہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ اطالیہ کو ہوش میں لائے۔ دوسری طرف اٹلی کیساتھ تعلقات توڑنیکے لیے بھی برٹش گورنمنٹ طیار نہیں ہے۔ اور سر ایڈورڈ گرے صاحب جو انگلستان کے فارن منسٹر ہیں انھوں نے اسبات کا اظہار کر بھی دیا ہے کہ وہ اس معاملہ میں کچھہ نہیں کرسکتے۔ چونکہ جوش میں اگر انسان سخت سے سخت غلطی کر بیٹھتا ہے۔ اسلیئے ہندوستانی اخبارونکو بہت پیچ بیچ کر قدم رکھنا چاہیئے۔ اسلام کا حکم یہی ہے کہ جس سلطنت کے ماتحت رہو۔ اسکی کامل فرمانبرداری کرو اسلیئے عام پبلک کے جوش کو ٹھنڈا کرنا چاہیئے ہاں جس حد تک برٹش گورنمنٹ خوشی سے اجازت دے۔ ٹرکش گورنمنٹ کی مدد کرنیمیں کچھہ حرج نہیں لیکن یہ وقت بہت ہی نازک ہے اور مسلمانوں کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا ضروری ہے۔ ایک طرف مسلمان حکومت پر اس طرح صریح ظلم ہوتا دیکھکر بالطبع جوش پیدا ہوتا ہے اور دوسری طرف اس جوش کے اظہار سے ممکن ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ ناخوش ہو اور قرآن شریف حکم دیتا ہے۔ کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت و فرمانبرداری ٹرکش گورنمنٹ سے ہمدردی ظاہر کرنے کی نسبت بدرجہا زیادہ ضروری ہے۔ مسلمانونکو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ ظالم نہیں وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ ما انا بظلام للعبید۔ میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ پس یہ ذلت و ادبار ہماری ہی شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے کیا اب مسلمان مسلمان ہیں کہ ان سے وہی سلوک کیا جائے جو زمانہ ماضی میں ہوتا رہا ہے۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم ۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو جو انعام و اکرام کرتا ہے اسے اسوقت تک ترک نہیں کرتا جبتک کہ وہ خود اپنے نفسوں میں تبدیلی نہ کریں اور گندوں میں پڑ جائیں کیا وجہ ہے کہ وہ شان و شوکت وہ اقبال وہ عزت وہ رعب و داب جو کسی زمانہ میں انکے قبضہ میں تھا اب غیر کا ہو رہا ہے کیوں صرف اب ان سے غیروں کا سا سلوک کرتا ہے ہاں اے عیانِ اسلام ذرا غور تو کرو۔ کہ خدا نے تمہیں کیوں چھوڑ دیا سنو اسکا بھید یہ ہے کہ ؎ اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے ؛؛

مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے ؛؛ اب تم تو خود ہی مورد خشم خدا ہوئے ؛؛ اس یار سے بشامت عصیاں جدا ہوئے
اب غیروں سے لڑائی کے معنے ہی کیا ہوئے ؛ تم غیر بن کے خود ہی محل سزا ہوئے

(محمود احمد)

نکاتِ قرآنیہ

مقتبسہ از انوار فیوضات علامہ نور الدّین

دلِ مریض کا نشان جس آدمی میں قوت فیصلہ۔ تاب مقابلہ نہ ہو۔ سمجھو کہ اس کا دل مریض ہے۔

اسبابِ ذِلّت اللہ تعالیٰ نے آدمی کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے۔ کہ وہ اپنی اہانت نہیں چاہتا۔ یہاں تک کہ بھانڈ بھی اپنے کسب میں یہ پسند نہیں کرتے۔ کہ کسی اکھاڑے میں ان کی اہانت ہو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اسباب ذِلّت لکھے ہیں۔ انکو غور سے معلوم کرکے مومن کو چاہیئے کہ بچے تاوہ دنیا و آخرت میں ذلیل نہ ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۚ (پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ رکوع ۱)

ترجمہ۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوتے ہیں۔ رد کئے جائیں گے جیسے کہ پہلے مردود ہوئے۔ اور ہم کھلے کھلے نشان اتار چکے ہیں۔ انکے منکروں کیلیئے اہانت کا عذاب ہے۔ گویا ایک سبب ذلّت کا اللہ اور اُسکے فرستادہ کی (خواہ وہ کسی زمانہ میں ہو) مخالفت ہے۔ اور خدا کے کھلے کھلے نشانوں کا انکار

دوم اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ (آل عمران رکوع ۱۸)

ترجمہ۔ جو لوگ ایمان کے بدلے کفر خریدتے ہیں۔ وہ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اور ان کیلئے درد دینے والا عذاب ہے۔ اور کافر نہ سمجھیں۔ کہ ہم جو انہیں مہلت دے رہے ہیں۔ تو انکے لئے بھلائی ہے۔ ہم تو انہیں مہلت دیتے ہیں۔ اور وہ گناہوں میں بڑھ رہے ہیں۔ اور ان کے لیے

ذلّت کی مار ہے۔

پس اسباب ذلت میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ ماننے کی باتوں کو چھوڑ کر انکا انکار کرتے جائیں حتّٰی کہ سب صداقتوں کے منکر ہو جائیں جو خدا نے اپنے فضل و کرم سے ان پر انبیاء کے ذریعے ظاہر کیں۔ اور اللہ کی نافرمانی میں بڑھتے جائیں۔

سوم وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ؕ (سورۃ النساء رکوع ۲)

اور جو وراثت کی بتائی ہوئی تقسیم میں اللہ اور اس کے فرستادہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور اسکی مقرر کی ہوئی حدود شکنی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کو داخل کریگا آگ میں رہنے والا ہوگا اس میں اور اسکے لیے اہانت کرنیوالا عذاب ہے۔

پس اسباب ذلت میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ وراثت میں جو تقسیم اللہ نے کی ہے اس پر ایمان لا کے پھر عمل نہ کریں۔ تو اسی دنیا میں ذلیل ہو کر مرینگے۔ لڑکیوں کو وراثت نہ دینے والے غور کریں۔

چہارم۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ؕ (سورۃ حج رکوع ۱)

(۲) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ؕ (لقمان رکوع ۱)

اور جو لوگ انکار کرتے ہیں اور ہمارے نشانوں کو جھٹلاتے ہیں۔ پس وہی لوگ ہیں۔ جن کیلیے ذلت کا عذاب ہے۔ (۲) اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو لغو موجب غفلت باتوں کے خریدار ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے گمراہ کر دیں اور ان احادیث کو موجب استخفاف قرآن ٹھہرائیں ایسے لوگوں کے لیے عذاب مہین ہے۔

پس اسباب ذلت میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں کی تکذیب اور مرسلان الٰہی کے انکار کے بعد۔ بے نتیجہ اور لغو باتوں کے پیچھے پڑے رہیں۔ اور خدا کی راہ

جو جنت تک لیجانیوالی ہے چھوڑ دیں۔ احکام الٰہی کو خفیف سمجھیں۔ اور اپنی ساری توجہ انہیں قصے کہانیوں اور بیہودہ امور کی طرف لگائے رکھیں۔ دن رات گندے ناول پڑھنے والے۔ دنیا کے ظاہری سامانِ آرائش پر مرمٹنے والے قرآنی احکام کے مقابل میں اپنے دوستوں کی مخرب اخلاق مجلسوں کو ترجیح دینے والے غور فرماویں۔

پنجم۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا۟ ۝ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝ (سورۃ النساء)

اللہ تعالےٰ جو اکڑباز شیخی خورہو۔ اُسے دوست نہیں رکھتا جو بخل کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو بخل کی تحریک کرتے رہتے ہیں اور جو اللہ نے اپنے فضل سے اُنکو دیا ہے چھپاتے ہیں اور ہمنے ایسے منکروں کے لیئے اہانت کرنیوالا عذاب تیار کیا ہے۔

پس اکڑبازی شیخی۔ بخل دوسروں کو بخل کی تحریک۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو چھپانا بھی اسباب ذلت سے ہے۔

ششم اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝ (سورۃ الاحزاب رکوع ۷)

جو لوگ اللہ کو اور اُس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اپنی رحمت سے دور کردیا انکو اللہ نے دنیا اور آخرت میں انکے لیئے اہانت کرنیوالا عذاب ہے۔

پس اسباب ذلت میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اپنی بداعمال و بدروشی سے اللہ کے رسول یا اس کے جانشین کو دُکھ دیا جائے۔ اس کا نتیجہ بھی یہی ہے۔ کہ اللہ اسی دنیا میں ذلت کی مار ڈالتا ہے۔

ہفتم۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۝ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ

عَذَابًا مُّهِينًا ‎(پارہ ۶ رکوع ۱)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ اللہ اور اُس کے رسولوں کے درمیان تفرقہ کر دیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور ارادہ کرتے ہیں۔ کہ اس کے بین بین راہ اختیار کر لیں۔ یہ سچے وپکے کافر ہیں۔ اور ایسے کافروں کے لیئے اہانت کرنیوالا عذاب ہے۔

پس ذلت سے بچنے کے لیئے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ ہم تمام ماموران الٰہی پر ایمان لائیں۔ اگر بعض فرستادوں کو مانیں۔ اور بعض کا انکار کریں۔ اور ایک ایسی درمیانی راہ اختیار کرنا چاہیں جس سے سب مذاہب والوں کو خوش کرنیکا ارادہ ہو۔ تو اس کا نتیجہ بجائے اسکے کہ سب طرف سے واہ! واہ! ہو۔ یہ ہوگا کہ سب قوموں سے نفریں پڑے گی۔ اور اسی دنیا میں ایسے اعتقاد والوں کو ذلت کی مار پڑتی ہے۔

نبی کریم کا تعلق بارگاہ ایزدی سے

عرب لوگوں میں یا تو لڑائی تیزوں وغیرہ کا ذکر ہوتا رہتا۔ یا صحرائے بے آب و گیاہ کا یا شراب شہوت کے محلوں کا۔ اونٹنیوں کا۔ کھجوروں کا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے صفات افعال۔ نعم۔ نقم کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ قرآن مجید کا ایک ایک رکوع غور سے دیکھو۔ اللہ کی عظمت اور جلال سے خالی نہیں جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ آپ صلعم کو کتنا بڑا تعلق بارگاہ ایزدی سے تھا

فتحمندی کے لئے کچھ قاعدے

جن پر صحابہ کرام نے عمل کر کے اس کا نتیجہ دیکھ لیا (۱) خشوع فی الصلوٰۃ مومن خاشع وہ ہے۔ جسے اپنی قوت اپنے علم اپنے جتھے کسی کا گھمنڈ نہ ہو۔ اس زمین کی طرح ہو۔ جو پانی کی محتاج اور اس کے اثرات قبول کرنیکے لیئے بالکل تیار ہو (اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ) (۲) اعراض عن اللغو (وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ) (۳) زکوٰۃ۔ اپنے مال قوٰی کا حصہ اللہ کے نام پر دینا (وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ) (۴) حفظ فروج۔ اپنے سوراخوں کی حفاظت۔ (وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ) (۵) امانت وعہد کا حافظ کرتے رہنا (وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ) (۶) محافظت صلوٰۃ (وَالَّذِيْنَ

ہم علیٰ صلوٰتہم یحافظون)

صحابہ کرام کی خصوصیات

جیسے کوئی نبی بہرہ نہیں ہوا۔ ایسا ہی کوئی صحابی بہرہ نہیں تھا۔ تاکہ کلام نبوی سے محروم نہ رہے۔ پھر اتنی بڑی قوم میں روایت کے اعتبار سے کسی کا جھوٹ ثابت نہیں ہو گا سبحان اللہ۔ تبھی کا صدق اس قدر پر نوازا تھا۔ کہ کسی روایت کے صدق کیلئے صرف اس قدر ثبوت کافی ہے۔ کہ ایک صحابی کہتا ہے۔ کہ میں نے نبی کریم صلعم سے سنا۔

وعدہ و وعید دونو ٹل سکتے ہیں

سورہ مومنون میں جب ہم یہ آیات پڑھتے ہیں۔ قل رب اما تریني ما یوعدون ۝ فلا تجعلني في القوم الظالمين ۝ وانا علیٰ ان نریك ما نعدھم لقادرون ۝ تو یہ دو باتیں کھلتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ کی ذات کس قدر غنا میں پڑی ہوئی ہے۔ کہ وہ انبیاء جنکے مبارک وجود کی خاطر بعض اوقات تمام ملک کو بھی غرق کر دیتا ہے۔ اسکے حضور میں عاجزی سے گڑگڑانے کے محتاج ہیں۔ اور دعا کی احتیاج سے خالی نہیں۔ اب دیکھئیے حضرت نبی کریم صلعم کی خاطر عذاب آتا ہے۔ مگر دوسری جانب آپ ہی کے منہ سے کہلواتا ہے۔ رب فلا تجعلني في القوم الظالمين ۝ یعنی اے میرے رب مجھے ظالمونکی قوم میں نہ گردانیو۔ اس آفت میں میں نہ مبتلا نہ ہو جاؤں۔ دوم یہ کہ وعدہ ہو یا وعید وہ ضرور ٹل سکتا ہو چنانچہ فرماتا ہے۔ انا علیٰ ان نریك ما نعدھم لقادرون۔ یعنی ہم جو انکو وعدہ دیتے ہیں۔ اسکے دکھانے پر **قادر ہیں**۔ یہ نہیں فرمایا کہ ضرور وہ وعدہ اسی رنگ میں پورا کرینگے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ قادر ہیں چاہیں تو اسے بدل کر کسی اور رنگ میں پورا کر دیں۔ یہ نکتہ معرفت اگر خوب سمجھ لیا جائے تو پھر بروز محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں پر کوئی اعتراض نہیں رہتا۔

آجکل کی تہذیب غلط ہے

آجکل کے مہذب جو جنٹلمین کہلاتے ہیں جب اپنی کسی کمزوری کو چھپانا چاہتے ہیں۔ تو یہ عذر کر دیتے ہیں۔ یہ پرائیویٹ بات ہے۔ مگر یہ طرز اسلام کا نہیں مومن جو کچھ کرتا ہے۔ اپنے مولیٰ کی اطاعت میں کرتا ہے۔ اسلئیے وہ بزدل نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں کئی جگہ نبی کریم صلعم کے خانگی امور کا ذکر ہے کیونکہ آپ کی ذات ستودہ

صفات تمام جہانوں کے لیئے اسوہ حسنہ تھی۔ آپ کا تھوکنا آپ کا پیشاب کرنا۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا آپ کا اپنی بیویوں سے طرز معاشرت سب ہی کچھ محفوظ ہے۔

مُنکرِ فضیلت ابوبکرؓ مُنکرِ قرآن ہے

اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں حضرت ابوبکر صدیق کو اولوالفضل اصاحب فضیلت فرمایا ہے۔ (پڑھو یہ آیت ولا یاتل اولوالفضل منکم والسعة ان تؤتوا اولی القربیٰ والمساکین والمهاجرین فی سبیل الله ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم والله غفورٌ رحیم) بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ فضل سے مراد مال ہے۔ مگر ان کی تردید کے لیئے والسعة ساتھ ہی فرمایا۔ اگر فضل سے مراد مال ہوتا۔ تو سعة کو علیحدہ نہ فرماتا۔ فقط

امام کی اطاعت

صاحبزادہ میرزا محمود احمدؐ نے خطبہ جمعہ میں یہ نکتہ معرفت فرمایا۔ کہ وحدت جبھی قائم رہ سکتی ہے۔ کہ جماعت کا ایک امام ہو اور اسکی اطاعت متفق ہو کر کیجائے یہانتک کہ اگر امام کی صریح غلطی بھی معلوم ہو۔ تو صرف اتنی اجازت ہے کہ اشارے سے ادب کے ساتھ جتلادے اور پھر جیسا امام کرے ویسا ہی کرے۔ اسکی بہترین مثال سجدہ سہو کا ہے۔ اگر امام دو کی بجائے تین سجدے کرتا ہے تو صرف سبحان اللہ کہکر پہلے جتلایا جاتا ہی پھر امام کا تتبع کرنا لازم ہوگا۔ یہ تو ان امور کا ذکر ہے جن میں نص صریح وارد ہے یعنی دو سجدوں کا حکم ہے۔ مگر امام کی اطاعت میں تین سجدے بھی جائز ہو گئے۔ اور جو نہ کرے اسکی نماز باطل ہوجاتی ہے چہ جائیکہ اجتہادی امور ہیں تو بالضرور امام ہی کی اطاعت چاہیئے۔ اطاعت درمعروف کے یہ معنی نہیں کہ جسے وہ شخص اپنے نزدیک معروف سمجھتا ہے۔ اس طرح پر تو ہر شخص امام کی اطاعت نہیں۔ بلکہ اپنی اطاعت کرتا ہے۔ پس اطاعت تو اسی کا نام ہے کہ بات اگرچہ اپنی رائے کے خلاف بھی ہو۔ تو بھی امام کی رائے کو ترجیح دے۔

اپنے مُردوں کو آپ نہلاؤ

حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ مسلمانوں میں ہمدردی یہانتک کم ہوئی ہے کہ انھوں نے اپنے مردوں کو آپ نہلانا بھی چھوڑ دیا جب کوئی مرتا ہے تو اسکی جائداد کو متفقل کرنیکی فکر میں لگجاتے ہیں۔ اور اس کے نہلانے دھلانیکا کام کسی ملاں کے سپرد آٹھ دس آنہ کے پیسے دیکر کردیتے ہیں اسلام کا یہ دستور تھا۔ حضرت نبی کریم

عبرت

آجکل ناول بہت پڑھے جاتے ہیں۔ پبلک کے اس مذاق سے مجبور ہو کر ناصحین نے بھی ناچار ناول ہی کے پیرائے میں لوگوں کو نصیحت دینی شروع کی۔ اہلیہ ملک کرم الٰہی ان تعلیمیافتہ خواتین میں سے ہے۔ جو اپنی صنف کی بہتری و بہبودی کی دل سے خواہاں ہیں۔ اور ہر وقت اس امر میں ساعی ہیں کہ فرقہ نسوان پوری ترقی کرے۔

اس ۱۶۸ صفحہ حجم کی کتاب میں جو خوشخط میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق دہلی کے اہتمام میں چھپی ہے۔ یسوعی پادریوں کی کارروائیوں کو طشت ازبام کیا گیا ہے۔ اور دکھولکر بتا دیا ہے کہ کس طرح بعض بھولی بھالی لڑکیاں انکے قبضے میں آتی ہیں اور پھر کیا کیا ناقابلِ برداشت دکھ پاتی ہیں۔ اس کے علاوہ جابجا تعلیم نسواں کے فوائد اور فرقہ مستورات کے رسوم و رواج کی اصلاح کے متعلق قابلِ ستایش مضمون ہیں حسن اور آواز پر جو مضمون ہے۔ وہ ہر پہلو سے لائق داد ہے پھر بغیر ولی کی اجازت کے لڑکیوں کے نکاح میں جو مشکلات پیش آتی ہیں۔ اور بعد میں جو خرابیاں نکلتی ہیں۔ انکو بھی خوب دلاویز طریقے سے دکھایا ہے۔ چونکہ کوئی ناول حسن وعشق کے قصے کے بغیر ناول ہی نہیں سمجھا جاتا۔ پبلک کی اس بدمذاقی کیوجہ سے عبرت کی مصنفہ کو بھی اس ناول میں کچھ ایسے سین دکھانے پڑے ہیں۔ جو اگرچہ واقعات کے رُو سے صحیح کہے جاسکیں مگر ناگفتہ بہ ہیں۔ غالباً اسی مجبوری کی وجہ سے بعض اشعار ایسے درج کئے گئے ہیں جو شریف بیبیوں میں پڑھے جانے معیوب سمجھے گئے ہوں لیکن بہیئت مجموعی اور خصوصاً ان اعتراضات کے جوابات کیوجہ سے جو مسیحن اسلام پر کر کے اکثر بھولی بھالی لڑکیوں کو گمراہ کرتی ہیں۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ کثرت سے شایع ہو۔ اگر میر قاسم علی صاحب اسپر نظرِ ثانی کر لیتے۔ تو زبان کے اعتبار سے بھی اس ناول پر کوئی حرف نہ رکھہ سکتا۔ پھر بھی ایک عورت کی قلم سے اتنی بڑی کتاب کا نکلنا قابل داد ہے۔ قیمت ۸/

ملنے کا پتہ۔ میر قاسم علی۔ تاہا بیرمخان۔ دفتر الحق دہلی

امۃ الحفیظ کی آمین

میرے سید و مولیٰ حضرت مسیح الوریٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے

بچوّں کے قرآن مجید ختم کرنیکی خوشی میں آمین کے نام سے نظمیں لکھی ہیں۔ جو در ثمین میں موجود ہیں اسی سنت کے تتبع میں اسی طرز پر صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب نے اپنی ہمشیرہ عزیزہ امۃ الحفیظ کے قرآن مجید ختم کرنیکی خوشی میں ایک نظم لکھی ہے۔ جو بہت دلچسپ ہے۔ اخیر میں جناب میر ناصر نواب صاحب کی نظم بھی ہے۔ جو صاحب دیکھنا چاہیں۔ ۰/ کے حساب منگوالیں۔ محصولڈاک علاوہ

گوشت خوری یہ ایک مدلل رسالہ ہے۔ جو منشی برکت علی صاحب شملوی نے چھپوایا ہے۔ گوشت کھانیکو عقلی و نقلی طور سے آریوں کے مقابلہ میں جائز ثابت کیا گیا ہے۔ ہر ایک احمدی کے پاس یہ رسالہ ہونا چاہیئے۔ ہمارے پاس چند نسخے آگئے ہیں۔ ۴۰ صفحے کا رسالہ نہایت عمدہ چھپا ہوا ہے۔ اور ہم قریبًا اصل لاگت پر ۲/ کے حساب دیدینگے۔ جو صاحب چاہیں دفتر تشحیذ الاذہان سے منگوالیں۔

ظہور المسیح تمام مخالف کتابوں کو جو وفات مسیح کی تردید میں لکھی گئی ہیں۔ سامنے رکھکر میں نے ایک کتاب ظہور المسیح لکھی تھی جس میں تقریبًا تمام اعتراضات کا جواب ہے۔ دیر بکتی رہی ہے اب میں اسکی اشاعت کے خیال سے ۳/ پر دیدونگا۔ جس قدر جلدیں مطلوب ہوں منگوالیں۔ ممکن ہے چند روز تک کوئی نہ رہے۔ اور پھر طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے۔ ملنے کا پتہ۔ میاں محمد نورالدین گولیکے ضلع گجرات (پنجاب)

نغمۂ اکمل یہ ان نظموں کا مجموعہ ہے جو وقتًا فوقتًا میں نے اپنے حبیب دمولی مسیح الموعود کی یاد اور سلسلہ احمدیہ کی تائید میں کہیں ہیں۔ اکثر احباب کی فرمائیش تھی کہ اپنی نظموں کو ایک رسالہ کی صورت میں شائع کرو۔ یہ مجموعہ خوشخط عمدہ چھپوایا گیا ہے۔ احباب محمد یامین تاجر کتب یا منیجر بدر یا **اکمل قادیان** کے پتہ سے منگوالیں۔ قیمت ۲/

کشف بائیسخانۂ عقل معجزۂ علم سماوی اس کتاب کے پڑھنے سے مجھ پر عقل خداداد کے عجائبات کھلے۔ اپنا اپنا مذاق ہے ایک ہی بات ایک شخص کی نظر میں مضحکہ خیز اور دوسرے کے لیئے سربستہ راز۔ اس رسالہ زیر ریویو میں اعداد ابجد ہی کے اعتبار سے شریعت کے بعض مسائل راز سربستہ کی صورت میں کھولے گئے ہیں جنکو پڑھکر ہنسی بھی آتی ہے اور رونا بھی۔ ہنسی تو اسلئے کہ عجیب عقل کے انسان ہیں۔ اور رونا اسلئے کہ مسلمان کن باتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ قیمت ۸/ حجم ۱۰۸ صفحے۔ ملنے کا پتہ۔ مولوی محمود خاں ریاست فرید کوٹ

مدینۃ المہدی

۱۔ حضرت امیر المومنین کی صحت روز افزوں ہے۔ علی الصبح درس قرآن مجید دیتے تھے اب تجویز فرمائی ہے کہ عصر کیوقت درس دیا کریں۔ تا کہ سکول کے طالبعلم بھی اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ یاب ہوسکیں

۲۔ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب و دیگر اہل بیت نبوی بخیر و عافیت ہیں۔

۳۔ جناب میر ناصر نواب صاحب سفر کشمیر سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ عمارت فنڈ میں تقریباً ۹۰۰ اور ضعفا کے لیئے ۲۰۰ روپے کے قریب لائے ہیں۔ پھر دورہ پر چلے گئے

۴۔ دار العلوم میں بورڈنگ کی عمارت تقریباً مکمل ہو چکی ہے۔ اب وقت آگیا ہے۔ کہ کچھ عرصہ کے لیئے عمارت کا کام بند کر کے اشاعت سلسلہ احمدیہ کی طرف توجہ کی جائے۔ مقبرہ بہشتی میں بھی کنواں بن گیا ہے۔

۵۔ مدرسہ احمدیہ بھی تعطیلات موسم گرما کے بعد یکم اکتوبر سے کھل گیا ہے۔ اور سپرنٹنڈنٹ مدرسہ کی انتھک کوششیں اسکی انتظامی مشینری میں قابلِ قدر اصلاحیں کر رہی ہیں۔ ضروری ہے کہ ہر ایک ذی استطاعت مخلص صاحب اولاد احمدی اپنا ایک نہ ایک بچہ اس سکول میں بھی پڑھاوے۔ تا کہ وہ آئندہ لوگوں کے لیئے مبلغ اور اسوۂ حسنہ ہو۔

۶۔ سیالکوٹ میں انجمن احمدیہ کا جلسہ کامیابی سے ہوا۔ عالم حقائق آگاہ مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب اور جناب مفتی محمد صادق صاحب اڈیٹر بدر و مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکے* نے تبلیغ سلسلہ حقہ میں خصوصیت سے نمایاں پارٹ لیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزا۔

* اور شیخ تیمور صاحب

ہر خریدار اپنے پتہ کی چٹ کو غور سے پڑھے۔ اور جو غلطی ہو۔ اس سے اطلاع دے۔

مینیجر

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئیں مشہور دوائیں

Digitized by Khilafat Library

اصل عرق کافور

دیکھو گرمی کا موسم آیا جہاں تہاں ہیضہ کا آنا بھی ممکن ہی اس سے بچنے کا آسان طریقہ ڈاکٹر ایس کے برمن کا اصل عرق کافور ہی یہ دوا ۱۷ برس سی تمام ہندوستان میں مشہور ہی۔ یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کا درد اور متلی کیلئے اکسیر کا اثر رکھتی ہے ہمیشہ ایک شیشی اپنے پاس رکھو قیمت فی شیشی ۴ محصولڈاک چار تک ۵

عرق پودینہ

ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہی اسکا رنگ پتی کے رنگ کا سا ہی اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی آتی ہی یہ عرق ڈاکٹر برمن کی صلاح سے ولایت کے نامی دوا فروش نے بنایا ہی۔ ریاح کے لئے یہ نہایت مفید دوا ہی پیٹ کا پھولنا ڈکار کا آنا پیٹ میں درد بدہضمی متلی اشتہا کم ہونا وغیرہ ریاح کی علامت جلد دور ہو جاتی ہی قیمت فی شیشی ۸ محصولڈاک ۵

جلاب کی گولیاں

رات کو دو گولی کھا کر سو جاؤ دوسرے دن صبح کو دست صاف ہوگا پیٹ میں گرمی و مروڑ کچھ نہیں ہوگی حسب معمول نہانے اور کھانے پینے میں کچھ رکاوٹ نہیں ہوگی ۱۶ برس سے ڈاکٹر برمن صاحب اپنے مریضوں کو دیتے چلے آتے ہیں۔ یہ گولیاں کل دیسی ہیں بنتی ہیں مقدار اور وزن میں گولیاں برابر ہیں ہر عیالدار کو ایک ڈبیا رکھنی چاہیئے قیمت سو گولیوں کی ڈبیا ۵ ایک سے چھ ڈبیا تک محصولڈاک ۵

درد سر ریاحی درد کی دوا

ریاحی درد لحظہ میں پہاڑ سا ہو جاتا ہی یہ دوا لحظہ میں اسکو پانی کر دیتا ہی درد ریاح جیسے ٹیس چمک ٹنک رگوں بھر میں کلکنی سی جو کہیں چھپ جاتے ہو اس دوا سے فوراً آرام ہو جاتا ہی درد سر نصف سر ہو یا تمام سر میں کسی وجہ سے ہو فوراً دور ہو جاتا ہے اسلئے ہر خاص و عام کو یہ دوا اپنے پاس رکھنا لازم ہی قیمت ۲ گولیوں کی ایک شیشی ۶ محصولڈاک ایک سے ۲ ڈبیا تک ۵

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت سٹریٹ کلکتہ

فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور